پاسبان
دنیا کے بتکدے میں پہلا یہ گھر خدا کا
ہم اس کے پاسباں ہیں یہ پاسباں ہمارا
مشتاق احمد نظامی

ماہنامہ
پاسبان
الہ آباد
جلد ۱۵
ماہ مئی ۱۹۶۳ء
شمارہ نمبر ۵
مدیر
مشتاق احمد نظامی
فاضل علوم مشرقیہ
قیمت۔ فی پرچہ ۶ / ششماہی دو روپیہ آٹھ آنہ
پاکستانی خطرات ہمارے پاکستانی پتہ پر روپیہ بھیجکر رسید منی آرڈر دفتر پاسبان الہ آباد بھیجدیں رسالہ کا اجراء ہوجائیگا۔
پاکستان میں روپیہ جمع کرنے کا پتہ
مولانا سید محمود صاحب رضوی
ایڈیٹر رضوان۔ دفتر ہفت روزہ رضوان اندرون دہلی دروازہ لاہور
پاکستان
سالانہ ہدیہ للعہ
سالانہ ہدیہ برائے پاکستان
ممالک غیر سے سالانہ ہدیہ ۱ شلنگ
بشکل پوسٹل آرڈر
مرکزی مکتبہ پاسبان الہ آباد نمبر ۳
فردوس ادب
ضروری
اس دائرہ میں سرخ نشان ہے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ آپ نے پاسبان کی خریداری کے سلسلہ میں جو رقم عنایت کی تھی وہ اس پرچہ پر ختم ہوگئی۔
انوار احمد نظامی پرنٹر پبلیشر نے سلیمی پریس — الہ آباد میں چھپوا کر دفتر پاسبان، الہ آباد نمبر ۳ سے شایع کیا۔

مشتاق احمد نظامی

شذرات

وقت اپنی معینہ رفتار سے گزرتے ہوئے کبھی پیچھے مڑ کر نہیں دیکھتا۔ یہ اس کا مزاج ہی نہیں کہ میں ٹھہر جاتا ہوں تم اپنے کام انجام دے لو۔ وہ اپنی پوری شان بے نیازی سے یہ اعلان کرتے گزرتا ہے جس کو جو کرنا ہے وہ کرلے ورنہ پھر میں ہاتھ نہ آؤں گا۔

انگلیوں پر گنتے گنتے پاسبان کی عمر پندرہ برس ہوگئی، اس مدت میں نہ جانے کتنی آندھیاں اٹھیں اور کتنے طوفان آئے اور ہر ایک کی یلغار بزم اہلسنت کا یہی چراغ تھا۔ سب نے چاہا کہ بزم سنیت کی یہ شمع فروزاں بجھ جائے اور رفقاء ادارہ کا سیف قلم کند ہوجائے لیکن سرکار ابد قرار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی امداد غیبی نے ہر مرحلہ پر سہارا دیا۔ اخلاص اور نیک نیتی کی بنیاد پر جو قدم اٹھایا گیا تھا وہ آگے بڑھتا ہی رہا۔

چنانچہ پندرہ برس کی مدت میں پاسبان نے اپنی ایک بہت بڑی فیلڈ بنالی اور نہ جانے کتنے دلوں میں اس نے اپنا نشیمن بنالیا۔ آج اس کے چاہنے اور ماننے والوں کا ایک جال بچھا ہوا ہے۔ یہ اُن کے دلوں کی آرزو ہے اور آنکھوں کی ٹھنڈک

بسا اوقات میری راہ میں قدم قدم پر کانٹے بچھائے گئے، مگر میں نے اپنی آبلہ پائی اور چاک دامانی تک محدود رکھا، دل چکنا چور کردیا گیا لیکن اس کی کھنک کسی کان تک نہ پہنچنے دی۔ حالانکہ یہ میرے لئے بہت ہی آسان تھا کہ انہیں صفحات کے ذریعہ میں بھی آگ برساتا۔ میں جانتا ہوں اور اچھی طرح سمجھتا ہوں کہ پاسبان میرا نہیں بلکہ ایک ملت کا ترجمان ہے۔ ہم اور ہماری جماعت کے افراد ان راہگیروں میں نہیں جو ہر بھونکتے ہوئے کتے سے اُلجھ جائیں، مسافر وہی دانشمند ہوتا ہے جو خاموشی سے گزر جاتا ہے اور کتوں کی آواز پر کان بھی نہیں لگاتا۔ اگر ہم اپنی اس پالیسی پر کاربند نہ ہوتے تو پاسبان ملک کا ہر دلعزیز رسالہ نہ بن سکتا۔

اس کو یوں مان جاتا ہے کہ ہمارے مشن کے خلاف جب کبھی بھی کسی نے سر اٹھایا تو اس کو کچلنے کیلئے رفقاء ادارہ کا ہر فرد قلم لیکر بیٹھ گیا جس کی زندہ مثال "کربلا کا مسافر" ہے، سرکار حسین کی عزت و آبرو اور ناموس اہلبیت سے جب خارجیوں نے کھیل کھیلنا چاہا تو ہمارے ادارہ کا ہر فرد متحرک ہوگیا اور ایسا دندان شکن جواب دیا گیا کہ فتنۂ خارجیت سسک کر رہ گیا۔ یہ نہ کہئے کہ ہم قلم اٹھانا نہیں جانتے ہم سب تو اسی لئے تیار بیٹھے ہیں لیکن کسی میدان میں کودنے سے پہلے یہ طے کرلیتے ہیں کہ ہمارا میدان ہے بھی یا نہیں ؟

ہم تو یہ جانتے ہیں کہ ہاتھی گزر جاتا ہے اور کتے بھونک کر تھک جاتے ہیں۔

ہماری جماعتیں

اس خبر سے مسرت ہوگی کہ ۱۰ از ۱۹ مئی ۱۹۶۳ء آل انڈیا مسلم متحدہ محاذ کے زیر اہتمام "امراوتی" میں برار کانفرنس منعقد ہو رہی ہے

جس کی صدارت کے فرائض مولانا سید مظفر حسین صاحب ایم۔ پی انجام دیں گے۔ ہونے والی کانفرنس میں مسلم متحدہ محاذ کا پورا کابینہ شریک ہو رہا ہے۔ توقع ہے کہ ۱۰ مئی تک کابینہ کے اکثر افراد ناگپور پہنچ جائیں گے اور ۱۶ مئی تک مدھیہ پردیش اور برار کے مختلف علاقوں میں جماعتی کام انجام دیں گے۔ امراوتی کانفرنس میں صدر جماعت مولانا سید شاہ اسرار الحق صاحب کی زیر صدارت پرائیویٹ نشست ہوگی جس میں صوبائی حالات کے تحت چند ضروری تجاویز منظور کی جائیں گی۔

اطلاعات سے مظہر ہے کہ منتظمین کانفرنس پوری دلچسپی سے کام لیتے ہوئے اپنی جماعتی بیداری کا ثبوت دے رہے ہیں

کانپور ۲۱ مئی ۶۳ء مولانا سید آل مصطفیٰ صاحب صدر آل انڈیا سنی جمعیۃ العلماء کے زیر صدارت ایک اہم میٹنگ ہوئی جس میں مجلس عاملہ کے اکثر افراد نے شرکت کی۔

راقم الحروف مشتاق احمد نظامی نے ہونیوالی کانفرنس سے متعلق ایک مبسوط خاکہ پیش کیا جس کو محبوب العلماء حضرت مولانا محمد محبوب صاحب اشرفی سنی جمعیۃ العلماء کانپور نے آئندہ کی نشست کے لئے محفوظ رکھ لیا تاکہ مجلس عاملہ اس پر غور و فکر کرسکے۔

۲۱ مئی کی نشست میں سنی جمعیۃ العلماء کانپور کی ہونے والی کانفرنس کے ضروری مراحل طے کرلئے گئے۔ مجاہد ملت حضرت مولانا الحاج محمد حبیب الرحمن صاحب نائب صدر آل انڈیا تبلیغ سیرت صوبہ اڑیسہ کے تبلیغی پروگرام سے فارغ ہوکر ۲۳ اپریل کو بنارس پہنچ رہے ہیں۔ بنارس کے اجلاس میں شرکت فرماکر فیض آباد، نانپارہ وغیرہ کے اجلاس میں شریک ہوں گے۔ اس کے بعد ۱۳ ذی الحجہ مولانا الحاج مرحوم کے جہلم میں شرکت فرماکر تبلیغ سیرت کی مشاورتی کمیٹی طلب فرمائیں گے۔ کمیٹی جن تجاویز کو منظور کرے گی اس کو اگلے شمارہ میں شائع کیا جائے گا۔

علامہ نظامی کے تبلیغی پروگرام

مدیر پاسبان ۲ مارچ سے ۲۰ مئی تک درج ذیل مقامات کا دورہ فرماکر بمبئی کے لئے روانہ ہوجائیں گے۔ کلکتہ، برن پور، بیربھوم، سلطانپور، بنارس، بجرڈیہہ، مئوناتھ بھنجن، گورکھپور، مہنداول، خلیل آباد، امرڈوبھا، امبیکا پور، بارہ بنکی، دھنباد، ماتھاڈیہہ، ہزاری باغ، گریڈیہہ، رام گڑھ، ٹاٹانگر، سندری، ڈالیں گنج، کانپور، ہنڈیا، پیکورا، فیض آباد، نانپارہ، ناگپور، بلاسپور، امراوتی وغیرہ

توقع ہے کہ ۲۸ مئی کو علامہ نظامی بمبئی پہنچ جائیں گے اور ۲۰ محرم تک واپسی ہوگی۔

——— انوار احمد نظامی

دعا صحت

بعض ذرائع سے معلوم ہوا ہے کہ آقائے نعمت حضور مفتیٔ اعظم ہند کچھ علیل ہوگئے ہیں اس لئے پوری دنیائے سنیت و قارئین پاسبان سے درخواست ہے کہ شہزادہ اعلیحضرت حضور مفتیٔ اعظم ہند کے لئے دعا صحت فرمائیں کہ پروردگار عالم مقتدا اہلسنت کو صحت کامل و عاجل عطا فرماکر ہم سنیوں پہ سرکار کے ظل عاطفت کو دراز فرمائے۔ آمین بجاہ سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم

——— ادارۂ پاسبان

آہ! بزم حبیب کی شمع فروزاں بجھ گئی

سُنّیوں کی عزت و وقار کا ایک بلند منارہ جھک گیا

ہمارا مرد مجاہد ہم سے رخصت ہو گیا

۳۰ مارچ ۶۳ء کی شام کبھی بھلائی نہ جائے گی جس شام مجاہد ملت مولانا الحاج محمد حبیب الرحمٰن صاحب قبلہ کے چہیتے شاگرد و مرید خاص مولانا الحاج محمد نعیم اللہ خاں علیہ الرحمہ والرضوان نائب مہتمم دارالعلوم جامعہ حبیبیہ الہ آباد نے داعی اجل کو لبیک کہا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

مرحوم نے اوائل عمر ہی میں شہید عشق سیاح عالم مولانا عبدالعلیم صدیقی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے برادر بزرگ مولانا مختار احمد علیہ الرحمہ کے ساتھ افریقہ وغیرہ کا دورہ کیا تھا اور اسی سفر میں زیارت حرمین سے بھی مشرف ہوئے تھے۔

چنانچہ جب مجاہد ملت کی بارگاہ میں آئے تو حضرت نے پیارے الحاج کہنا شروع کیا اور یہی ان کا نام بن گیا۔ وطن مالوف چھپرا ہے، لیکن اب برسہا برس سے الہ آباد ہی ان کا وطن ثانی تھا۔ مسجد اعظم دریاآباد کے سکریٹری اور دارالعلوم جامعہ حبیبیہ کے نائب مہتمم تھے۔

درس نظامیہ کی مکمل تعلیم حضرت مجاہد ملت سے حاصل کی، ویسے شمس العلما مولانا محمد نظام الدین صاحب قبلہ مدرس اول مدرسہ عالیہ رامپور سے بھی منطق و فلسفہ کی متعدد کتابیں پڑھی تھیں۔ ابتداءً درس و تدریس ہی ان کا مشغلہ تھا لیکن دارالعلوم اور مسجد اعظم کی ذمہ داریاں جیسے جیسے بڑھتی گئیں عدیم الفرصتی کے باعث اس سے سلسلہ منقطع ہوتا گیا۔

کتابوں پر اچھی نگاہ تھی اور عمدہ صلاحیت کے مالک تھے۔

مرحوم نے اپنے پیچھے ایک تابناک تاریخ چھوڑی ہے، مسجد اعظم اور دارالعلوم ان کی ایک اَن مٹ یادگار ہے، وہ بات کے دھنی اور کام کی مشین تھے۔ سردی، گرمی، لو، دھوپ بارش یہ کبھی ان کی راہ میں حائل نہ ہوئی۔ شدت کی دھوپ میں پورا شہر اپنی آرام گاہ میں بجلی پنکھوں کے نیچے آرام کر رہا ہے لیکن وہ مرد مجاہد اپنی شکستہ سائیکل پر ایک ایک گلی اور ایک ایک کوچہ کی خاک چھانتا تھا۔

جس وقت مسجد اعظم کے سلسلہ میں احتجاجی جلسے و جلوس نکلتے تھے، مرحوم ہی اس کے امیر کارواں ہوتے، لڑکے دیوانہ و پاگل کہتے مگر وہ دیوانہ اپنے کام میں بڑا فرزانہ تھا۔

سچ ہے یہ دنیا ایسے لوگوں کو بہت کم پیدا کرتی ہے اور خدا ہی اس بھید کو بہتر جانتا ہے کہ ایسے لوگ اتنی مختصر عمر لے کر کیوں آتے ہیں جاتے ہیں تو ہزاروں کو تڑپا جاتے ہیں۔ وہ کون سی آنکھ ہے جو مرحوم کے غم میں اشکبار نہیں اور وہ کون سا دل ہے جس میں ان کی جدائی کی تڑپ نہیں۔

مرحوم ایک زمیندار خاندان کے معزز فرد تھے۔ اپنی آنکھوں دیکھی بات ہے۔ ابتدائی دور میں متعدد شیروانیاں اور عمدہ عمدہ قمیصیں ان کے کمرے میں آویزاں رہتیں، صبح و شام کی پوشاک الگ ہوتی۔ مگر واہ رے رنگنے والے! جب مجاہد ملت کا رنگ چڑھا تو قمیص اور شیروانی سلام کر کے رخصت ہو گئی اور لنگی و کرتا نے ان کی جگہ لے لی، پھر تو ایسے رنگے کہ ان پر دُور سے

مجاہد ملت کا دھوکا ہونے لگا۔ اللہ تعالیٰ انھیں غریق رحمت فرمائے۔ اللہ کے ایک زندہ دلی سے ان کی یہ مشابہت ہی ان کے نجات کی بہت بڑی ضمانت ہے۔

مرحوم پر اشداء علی الکفار کا رنگ بہت ہی غالب تھا اور اس راہ میں وہ ایسے بیباک و نڈر تھے کہ بھری محفل میں باطل پرستوں کا گریبان تھام لینا اور ایک ایک کا گلا ناپ لینا ان کا معمولی درجہ کا کام تھا۔ فتنۂ دیوبندیت نے جب کبھی بھی سر اٹھایا تو اسی مرد مجاہد کا کام تھا کہ سب سے پہلے وہی سینہ سپر ہو جاتا۔ تقریر، تحریر، مناظرہ، اشتہار، پمفلٹ غرضیکہ جو طریق کار بھی میدان سر کرنے کے لئے تجویز کیا جاتا اس میدان میں وہ اکیلے کود پڑتے، کودنے سے پہلے وہ کسی کو آواز نہ دیتے۔ میدان کا حال سمجھ بوجھ لینے کے بعد حسب ضرورت لوگوں کا مشورہ چاہتے۔

میں ان سے علم اور عمر میں بہت ہی کم اور چھوٹا ہوں مگر یہ ان کی خورد اس نوازی تھی کہ جب کبھی کوئی معاملہ آجاتا وہ مجھ سے استفسار ضرور کرتے، ہماری ان کی رائے میں اختلاف ہوتا، گھنٹوں ہم ایک دوسرے سے الجھتے مگر اس وقت تک وہ مجلس نہ چھوڑتے تاوقتیکہ کوئی آخری اور بنیادی رائے قائم نہ ہو جاتی۔

بسا اوقات وہ رات کے بارہ بجے آئے اور اپنا جنرل آرڈر دیا کہ اس قسم کا اشتہار مرتب کرو، ہرچند طبیعت پر اضمحلال و تکان کے باوجود میں کبھی انکار کر سکا۔ محض اس لئے کہ میں ان کی مخلصانہ کارکردگی اور جد و جہد کا دل سے معترف ہو چکا تھا۔
اور یوں بھی ڈر لگتا کہ آبگینۂ دل بڑا نازک ہوتا ہے کہیں ان کا دل ٹوٹ گیا تو میری کائنات زندگی جھلس جائے گی اور کل خدائے قدیر کی بارگاہ میں کونسا منھ دکھاؤں گا۔

ایسے مواقع بہت ہی کم آئے کہ میں نے کوئی مشورہ دیا ہو اور مرحوم نے اسے ٹھکرا دیا ہو۔

دارالعلوم کا نام مدینۃ العلم ہے لیکن برسوں کی بات ہے، میں نے عرض کیا کہ اس کا نام دارالعلوم جامعہ حبیبیہ ہونا چاہئے۔ مرحوم نے فرمایا "یہ مجاہد ملت کا رکھا ہوا نام ہے"۔ میں نے عرض کیا جو ان کا کام تھا وہ کر گئے "اب جو ہمارا اور آپ کا کام ہے ہمیں اور آپ کو کرنا چاہئے۔ آخرش اس نام کو بھی تو زندہ رکھنا ہے۔

مرحوم نے پورے انشراح صدر سے اس کو قبول فرمایا اور غالباً سب سے پہلے عیدالاضحیٰ کے پوسٹر میں اس نام کا اعلان ہوا۔ ایسے ہی دارالعلوم کی مالی حالت سے پریشان تھے۔ میں نے عرض کیا کہ اس کا بورڈ سے الحاق کر دیجئے، کئی دن تک ہماری اور ان کی رائے میں اختلاف رہا۔

وہ بار بار یہی فرماتے کہ مجاہد ملت شاید اس کو اچھا نہ سمجھیں اور انھیں اختلاف ہو۔ میں نے عرض کیا الحاق کے بعد ہم کسی کے پابند نہیں جائیں گے۔ اولاً تو ہم مجاہد ملت کو راضی کریں گے ورنہ اپنا الحاق توڑ دیں گے تب آپ نے اس کو منظور فرمایا۔ چنانچہ ہم دونوں سب سے پہلے ماجد بابو سے ملے اور اس کے بعد غوری صاحب سے پھر باضابطہ اس کا الحاق کر دیا گیا۔

ایسے ہی مجاہد ملت کے دور اسیری میں ہمارا اور ان کا برابر ساتھ رہا۔ مقدمات وغیرہ سے متعلق ہماری اور ان کی مشترکہ رائے ہوتی۔
مرحوم جلسوں میں بھی شریک ہوتے اور تقریر کا ایک مخصوص انداز تھا کبھی کبھی درمیان تقریر میں اپنی پوربی بھاشا بولتے تو مجمع اس سے بہت لطف اندوز ہوتا۔ اب اپنے اس آخری دور میں ایسا بھی کرتے کہ وہابیوں کی کتابیں پڑھ پڑھ کر سناتے مگر اس میں خشکی نہ آنے دیتے۔ گھنٹوں یہ سلسلہ جاری رہتا اور مجمع آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر دیکھتا اور کان لگا کر سنتا۔

کانتھی ضلع مدناپور میں جب مولوی غلام مصطفےٰ قاسمی لبیادی سے میں نے مناظرہ کیا تھا تو مرحوم اس میں شریک رہے اور

وہابیوں کا گروپ انھیں دیکھکر سہم جاتا۔ کٹک کی بدبودار وہابیت کے دور کرنے اور اہلسنت کا جھنڈا لہرانے میں ان کا بڑا حصہ ہے
صوبہ اڑیسہ کے متعدد علاقوں میں آپ نے بڑا نمایاں کام انجام دیا ہے۔

مرحوم کو آل انڈیا تبلیغ سیرت سے بھی ایک قسم کا والہانہ عشق تھا۔ چنانچہ عمر کے آخری لمحات تک اس کی تڑپ باقی رہی گویا
وہ محاسن اور خوبیوں کے ایک ایسے حسین گلدستہ تھے جس میں رنگ برنگ کے پھول اور طرح طرح کی خوشبو ہو۔

مرحوم نے اپنے بعد اپنی اہلیہ اور ۴ بچے اور تین بچیوں کو چھوڑا ہے۔ بڑے صاحبزادے مولانا شمیم اشرف جو درس نظامیہ سے فارغ ہیں۔ ۱۱ر فروری ۶۳ء جامعہ ازہر مصر بسلسلۂ تعلیم گئے۔ باوجودیکہ مرحوم کی حالت اس وقت بھی نازک تھی مگر دل کی ایک لگن
اپنے آرام و تکلیف کا خیال کئے بغیر صاحبزادے کو مصر بھیجدیا اور دوسرے صاحبزادے حافظ نسیم اشرف دارالعلوم جامعہ حبیبیہ میں
زیر تعلیم ہیں اور بچے چھوٹے ہیں۔ مرحوم کی پہلی اہلیہ کا انتقال الہ آباد ہی میں ہوا تھا۔ چنانچہ اسی قبرستان میں کچھ فاصلے پر مرحوم کو بھی
سپرد خاک کیا گیا۔

مرحوم اپنی صحت و توانائی میں خود اپنی مثال تھے، اپنے تو اپنے غیر بھی اس کے قائل تھے کہ یہ شخص تھکنا جانتا ہی نہیں مگر موت کا
ایک دن معین ہے جب مرض نے اپنی گرفت میں لے لیا تو جانبر نہ ہو سکے۔

تقریباً پانچ ماہ تک علالت کا سلسلہ رہا۔ ۳۰ر مارچ ۶۳ء کو ہاسپٹل میں داخلہ کیا گیا اور اسی دن ۸½ بجے شب ہاسپٹل
ہی میں مرحوم نے داعی اجل کو لبیک کہا۔

۳۱ر مارچ ۶۳ء ۱۱ بجے دن نماز جنازہ ہوئی، مولانا حافظ قاری سید مقبول حسین صاحب خطیب جامع مسجد و صدر مدرس دار
جامعہ حبیبیہ نے نماز جنازہ پڑھائی۔

شہر کے تمام ہی علماء و مشائخ و عمائد شریک جنازہ ہوئے۔

اس غم نے سبھی کو تڑپایا کہ آقائے نعمت حضور مجاہد ملت تشریف نہ لا سکے۔

حضرت مجاہد ملت دھام نگر جاتے وقت جب آخری بار مرحوم کو دیکھنے گئے تو آنکھیں اشکبار تھیں اور چلتے چلتے یہ فرمایا تھا کہ
خدا مجھکو تمھارا غم نہ دکھائے۔

ویسے تو نہ جانے میں نے اس کاندھے پر کتنے جنازے اٹھائے مگر اس میں یہ تاب نہیں کہ تمھارے غم کا بوجھ اٹھائے۔

پیارے! تم ان گنت و بے شمار خوبیوں کے مالک تھے اب کس کس کو یاد کرکے رویا جائے؟ تم کیا گئے اپنے ساتھ ایک کائنات لیکر چلے
تم تو میٹھی نیند سو رہے ہو مگر تمھارے غم میں ہزاروں آنکھیں خوں فشاں ہیں اور ہزاروں دل بیقرار ہیں۔ تم کیا اٹھے ایک ہنستی بولتی
محفل روٹھ گئی۔

پیارے: تم نے آنکھیں بند کیں یا ہماری آرزوؤں نے اپنا منہ پھیر لیا۔

اے میرے جاں باز مجاہد! وہ ترا لاشہ تھا یا ہماری تمناؤں کا جنازہ!

اے میرے نہ تھکنے والے سپاہی! ہم نے تجھے دفن کیا یا اپنی آرزوں کا مدفن بنایا!

پیارے! خدا کی اس خدائی میں ہم مجبور بندوں کا یہی حال ہے کہ ہر ہر قدم پر تسلیم و رضا سے کام لیں۔ ہم نے تو یہی چاہا تھا کہ
عمر کے حصے تمھیں مل جائیں مگر قدرت کو یہی منظور تھا کہ تم اس کی آغوش رحمت میں جاؤ اور ایک دنیا تمھارے غم میں خون کے آنسو روئے۔

پیارے! سچ تو یہ ہے تم نے کمر ہمت توڑ دی اور آرزوؤں کا چراغ گل کردیا۔ تم ہمارے ایوان آرزو کے ایک ستون تھے افسوس کہ اب

(بقیہ صفحہ ۲۸ پر)

جناب مقبول حسین صاحب مقبول الوری
حیدرآباد

نعتیں

رات کی بات تو رات کی بات ہے سرنگوں اس جہاں کی سحر ہوگئی
اک اشارے پہ قربان انگشت کے گردشِ نجم و شمس و قمر ہوگئی

کس سے توصیف نورِ خدا ہو سکے کس سے تصویرِ ختم الرسل کھنچ سکے
مستحقِ خلد کا ہوگیا وہ بشر جس سے تعریفِ خیر البشر ہوگئی

شافعِ روزِ محشر ہو یا مصطفیٰ تم ہو خیر الوریٰ مظہرِ کبریا
آ گیا حشر میں لے کے میں آسرا ذاتِ اقدس کی جس دم خبر ہوگئی

اب مری آنکھ نورٌ علیٰ نور ہے حق نقابِ محمد میں مستور ہے
جب کہا میں نے شمس الضحیٰ یا نبی میری شامِ الم کی سحر ہوگئی

معجزہ ہے یہ ادنیٰ سا سرکار کا "آ گئے" یاد جس وقت میں نے کیا
مجھ کو بخشی شفا گھر کو مہکا دیا جب عنایت مرے حال پر ہوگئی

خواب میں روئے انور جو دکھلا دیا میری قسمت کا تارا ابھی چمکا دیا
یا نبی نام لب پر مرے آگیا یک بیک شامِ غم کی سحر ہوگئی

اللہ اللہ سائل کی یہ قسمتیں، ہیں گدائی میں بھی کس قدر عظمتیں
آپ دیتے رہے بھیک یا مصطفیٰ زندگی میری یوں ہی بسر ہوگئی

سنئے مقبول کی التجا شاہِ دیں زندگی کا اسے کچھ بھروسہ نہیں
در پہ بلوائیے اس کو یا مصطفیٰ آرزو کس قدر مختصر ہوگئی

جناب عاصم عزیزی گونڈوی

نہ دولت نہ دولت سرا چاہیئے
مجھکو دامانِ خیر الوریٰ چاہیئے

کالی کالی گھٹاؤں میں محنت ارکل
سورۂ والضحیٰ کی ضیا چاہیئے

زندگی کا سفینہ ہے منجدھار میں
کملی والے اب ناخدا چاہیئے

ہم ہیں طوفاں بکف منزلیں کھو گئیں
اب ہمیں آپ سا رہنما چاہیئے

حشر میں ہر نفس ہو پریشان جب
بس کرم آپ کا یا شہا چاہیئے

اپنا سر خم کریں جان دیدیں وہیں
آرزو ہے درِ مصطفیٰ چاہیئے

روشنی چاند سورج کو جس سے ملی
وہ جمالِ حبیبِ خدا چاہیئے

اے صبا جا کے کہنا یہ سرکار سے
ایک عاصم کو تیری رضا چاہیئے

جناب شفیع رضوی بریلوی

نبی کا عشق اپنے دل میں پیدا کر لیا میں نے
سرور و کیف کا ساماں مہیا کر لیا میں نے

غم و دردِ محبت کا مداوا کر لیا میں نے
جو کام آئے گا محشر میں وہ سودا کر لیا میں نے

دل اپنا بے نیازِ جام و مینا کر لیا میں نے
اک ایسا کیف اپنے دل میں پیدا کر لیا میں نے

کیا کرتا ہوں نظارے میں اب عین حقیقت کے
کہ اپنے کعبۂ دل کو مدینہ کر لیا میں نے

خدا جانے یہ کیسی جذبیت ہے میری آنکھوں میں
نظر جس سمت کو اٹھی نظارا کر لیا میں نے

کبھی افسانۂ غم ہوں کبھی کیف مجسم ہوں
خدا جانے یہ کیسا درد پیدا کر لیا میں نے

نشاطِ زندگی یہ بھی کوئی کہنے کی باتیں ہیں
کہ کیوں دردِ محبت میں اضافہ کر لیا میں نے

نہ کیوں ہاتف سے پھر مجھ کو نوید خوش مآلی ہو
کہ سرگرمِ شفاعت کا نظارا کر لیا میں نے

کچھ ایسا مطمئن ہوں میں شفیعؔ قادری رضوی
کہ جیسے اُن سے اظہارِ تمنا کر لیا میں نے

معارفُ الحدیث

صراط مستقیم

استاذ العلماء رحلالۃ العلم حضرت مولانا حافظ عبد العزیز صاحب قبلہ
شیخ الحدیث دار العلوم اثریہ مبارکپور

(گزشتہ سے پیوستہ)

نحمدہٗ و نصلی علیٰ حبیبہ الکریم

اسلام وہ ضابطہ حیات ہے جس نے انسانی زندگی کے تمام شعبوں کے لئے قانون بنا دیا ہے۔ تجارت ہو یا زراعت، مزدوری ہو یا ملازمت، کسب مال کے جتنے ذرائع اور جتنے طریقہ ہیں سب کے لئے اسلامی قانون نافذ ہے، اسلام نے مسلمانوں کو تحصیل مال سے روکا نہیں ہے بلکہ تحصیل مال کا طریقہ بتایا ہے، ضابطہ سکھایا ہے، اسی ضابطہ کے ماتحت مال حاصل کیا جائے۔ اس کے خلاف مال حاصل کرنا اسلامی جرم ہے۔ وہ ضابطہ کلیہ یہ ہے۔ حلال طریقہ سے مال حاصل کرو، حرام سے بچو۔ مال حاصل کرنے سے پہلے یہ ضرور دیکھنا ہے کہ یہ طریقہ حلال ہے۔ اگر حلال ہے تو اختیار کیا جائے ورنہ اس سے اجتناب کیا جائے۔ عہد رسالت میں مسلمان بڑی سختی سے اس ضابطہ کے پابند تھے یہ مسلمان کی شان نہیں کہ حلال و حرام کی پرواہ کئے بغیر تحصیل زر میں مصروف ہو، یہ بے پرواہی علامت قیامت سے ہے۔

حدیث	ترجمہ
عن ابی ہریرۃ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال یاتی علی الناس زمان لا یبالی المرء ما اخذ منہ ام من الحلال ام من الحرام	حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا لوگوں پر ایسا زمانہ آئے گا کہ آدمی پرواہ نہیں کرے گا کہ حلال سے لے رہا ہے یا حرام سے۔ (بخاری)

حلال و حرام کی پرواہ کئے بغیر کسب مال کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے علامات قیامت سے قرار دیا ہے۔ ارشاد فرمایا کہ لوگوں پر ایسا زمانہ آئے گا۔ معلوم ہوا کہ عہد رسالت میں یہ بے پرواہی نہ تھی بلکہ حلال ہی طریقہ سے مال حاصل کرتے تھے۔ حرام کا شائبہ بھی ہوتا تو اس سے گریز و پرہیز کرتے تھے۔ حقیقت یہ ہے کہ لقمہ حرام انسانی سیرت کو خراب کر دیتا ہے جوہر انسانیت کھو دیتا ہے کیونکہ غذا کا اثر انسانی رگ و ریشہ میں سرایت کرتا ہے، جیسی غذا ہوتی ہے خون میں ویسے ہی اثرات پیدا ہوتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے غلام نے ان کو دودھ پلانے کے بعد جب بتایا کہ یہ دودھ کہانت کے ذریعہ حاصل کیا گیا تھا تو آپ نے فوراً حلق میں انگلی ڈال کر قے کر دی اور سب دودھ شکم سے باہر نکال دیا اور بارگاہ الٰہی میں عرض کیا کہ خداوندا ابوبکر کے اختیار میں جو تھا کر چکا اگر کوئی قطرہ بھی اس دودھ کا شکم میں رہ گیا ہو تو معاف فرما دے۔

تجارت، زراعت، ملازمت وغیرہ کسب مال کے جتنے ذرائع ہیں سب کے لئے اسلامی قانون یہی ہے کہ حلال طریقہ پر مال حاصل کرو حرام سے بچو۔ سود خواری، رشوت ستانی، چوری، ڈکیتی تو حرام ہی ہیں، تجارت میں دھوکہ دہی فریب کاری، کذب بیانی سے بھی جو مال حاصل کیا جاتا ہے وہ بھی حرام ہے۔ مسلمانوں کو صداقت و دیانت کا سبق دیا گیا ہے، سچائی اس کا شیوہ ہے۔ مسلمان کو صداقت کا پابند ہونا ہے اسی پر کاربند رہنا ہے۔ ایسی بے قیدی کہ حرام و حلال کی پرواہ ہی نہ ہو اسلامی طریقہ ہرگز نہیں، اسلامی طریقہ یہی ہے کہ حرام سے بچے کسب حلال سے مال حاصل کیا جائے حلال طریقہ پر لیا جائے حرام سے قطعاً پرہیز کیا جائے، صداقت و دیانت کو اپنا معمول بنایا جائے۔ فقط

دربھنگہ

مدرسہ اسلامیہ نوریہ میں عربی، فارسی وغیرہ کی تعلیم اعلیٰ معیار پر دیجاتی ہے مگر بسبب قلت سرمایہ بیرونی طلباء کا کوئی انتظام نہیں ہے لہٰذا تمامی اہل خیر حضرات سے گزارش ہے کہ عید الاضحیٰ کے موقع پر دامے درمے اس مدرسہ کی امداد فرما کر عند اللہ ماجور ہوں۔ رقم مذکورہ ذیل پتہ پر ارسال فرمائیں۔

پتہ: حضرت مولانا عبد الجلیل صاحب صدر مدرس مدرسہ اسلامیہ نوریہ
بیجھی ضلع دربھنگہ

ایک تقریر

جناب محمد حسین صاحب آسی بی اے

اسلام میں قربانی

رب کریم کا بڑا احسان ہے کہ اس نے اپنے حبیب لبیب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے طفیل ہمیں ہدایت سے سرفراز اور اسلام جیسی عظیم الشان نعمت سے مالامال کیا۔ اب ہمیں اس کی اہمیت کے پیش نظر دیکھنا ہے کہ یہ نعمتِ عظمیٰ جس کے متعلق اِنَّ الدِّیْنَ عِنْدَ اللّٰہِ الْاِسْلَام کا دعویٰ ہے، اپنے صحیح ترین مفہوم میں کس چیز سے عبارت ہے؟ اس کے معانی اور مقتضا کیا ہیں؟ کیا ان مطالب و مقاصد کو سمجھے بغیر اس کا اہل حصول کا دعویٰ بجا و ممکن ہے؟

برادرانِ اسلام! آپ جانتے ہیں کہ جدّ الانبیاء ابو الملت حضرت سیدنا خلیل اللہ علیٰ نبینا و علیہ الصلوٰۃ والسلام نے کفر و ضلالت کی دنیا میں اپنا سب سے پہلا تعارف کرایا تو حَنِیْفًا وَّمَا اَنَا مِنَ الْمُشْرِکِیْن کہہ کر ہر قسم کے شرک و بطلان سے بیزاری کا اعلان فرمایا۔ سات سال کے معصوم، نورانی "بچے" کا یہ چھوٹا سا جملہ اپنے اندر وہ بے پناہ قوت لئے ہوئے تھا، جس سے جہانِ کفر لرزہ براندام ہو گیا، معبودانِ باطل تھرانے لگے اور خدائی کے جھوٹے دعویداروں کو اپنی خدائی سے دستبردار ہونا پڑا۔

چند صدیوں کے بعد جب اسی پیغام راحتِ انجام کو بطحا کی چوٹیوں پر ایک امی لقب، محبوب رب علیہ الصلوٰۃ والسلام نے دہرایا تو اس کی بے پناہ قوت میں بے پناہ اضافہ نظر آیا۔ اگر اس کی آمد آتشکدہ کے لئے پیغام موت ثابت ہوئی تھی تو اس کی آواز سے ہزاروں معبودانِ باطل سربسجود ہو گئے، اس نے هُوَ اللّٰهُ اَحَد فرمایا تو انھوں نے لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰه کا جواب دیا۔ دستِ اِنِ الْحُکْمُ اِلَّا لِلّٰه سے قیصریت کا گریبان چاک ہوا تو کسرائیت چند دن کی مہمان ہو گئی پھر اس کا اثر لمحاتی نوعیت کا نہیں تھا بلکہ چودہ سو سال گزرنے پر آج بھی جب اکناف و اطراف عالم میں رب مصطفیٰ (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کو اللہ اکبر کہکر شام و سحر کی تاریکی اور اُجالے میں یاد کیا جاتا ہے تو طاغوتی طاقتوں کے دل دہل جاتے ہیں۔ یہ نعرہ دل و دماغ کو وہ عظیم روحانی قوت بخشتا ہے کہ جس کے سامنے دہریت شرک وغیرہ کے پاؤں نہیں ٹکتے۔ تاریخ شاہد ہے کہ جب کبھی خام ذہن انسانیت نے اس پیغام کی فراموشی کا ارتکاب کیا تو اسے اپنے احترام پر بٹہ لگا کر اشجار و احجار، مہر و نجوم ہی نہیں بلکہ طرح طرح کی ناپاک چیزوں کے سامنے عابدانہ حیثیت سے جھکنا پڑا اور کئی دوسرے فرعون طبع اور شداد صفت پیکرانِ ناز کو خدا مان کر گوناگوں ذہنی غلامیوں میں جکڑا رہنا پڑا۔ توحید کا پیغام ان سب طاقتوں کیلئے ضرب کاری کی حیثیت رکھتا تھا اور نوع انسانی کے لئے صلائے حریت، اس نے لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ فِیْٓ اَحْسَنِ تَقْوِیْم کی منادی کر کے احترام انسانیت کی باحسن الوجوہ علمبرداری کی اور اس طرح دماغ و روح کی خوابیدہ صلاحیتوں کو بروئے کار لاکر ان کا بھرپور استعمال کرنے کی پرزور تلقین کی۔

حضرات! یہ وہی روح افزا پیغام تھا جس نے مردہ دل عربوں میں زندگی کی ایسی لہر دوڑا دی کہ وہ غلام سے آقا، بے نوا سے بانوا اور شبان کس مپرس سے صاحبِ تخت و تاج بن گئے۔ ان کے لئے دریا و کوہ میں تفاوت نہ رہا۔ وہ سینوں میں مشعل توحید روشن کر کے مشرق و مغرب کے تاریک گوشوں میں ہدایت کا نور پھیلانے لگے۔ اگر ان بلند ہمت انسانوں کے دلوں میں توحید کی وہ برق باطل سوز تھی جس نے کفر و شرک کے خرمن ساز کو راکھ کر دیا، تو ہمیں دیکھنا ہے کہ اسلام صرف زبان سے لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰه کہلانے پر اکتفا کرتا ہے یا قلب و روح کو اس سے پوری طرح متاثر و منور کرنے کو انسانیت کا منتہائے مقصود قرار دیتا ہے۔ واضح ہے کہ صرف زبانی دعوے سے وہ عظیم کارنامے سرانجام نہیں ہو سکتے تھے، جو اُن اہل اللہ نے دئے کیونکہ ان کے سرسری مطالعہ ہی سے قاری پس منظر میں ایک عظیم الشان روحانی و جذباتی قوت کارفرما دیکھ لیتا ہے۔ بلاشبہ ان لوگوں نے اس پیغام کی روح کو سمجھا، اس کے ایک ایک جزو پر عمل کیا، اور اس کی ایک ایک شق کو اپنایا۔

احباب! اسلام کے نزدیک جہاں کفر و شرک کی آلودگیوں سے پاک ہونے کے لئے توحید فکری ضروری ہے، وہاں اس سے توحید فکری کے اظہار، تکمیل اور استواری کے لئے توحید عملی کی اشد ضرورت ہے۔ توحید عملی سے مراد یہ ہے کہ ہم ہر وقت رب العزت کے احکام کو اس طرح بجا لائیں کہ ان کے سامنے کسی دوسرے کو حتیٰ کہ اپنے آپ کو اہمیت نہ دیں۔ یہی وہ چیز ہے جس میں اسلام کا مطلب یعنی "سر با طاعت نہادن" یعنی اطاعت میں سر جھکا دینا [illegible] کسی شخص کو جب تک [illegible] اسلام کا صحیح پیروکار صرف ماننے کی وجہ سے ہی اس کا نصیب نہیں ہوتا مگر ہمیشہ [illegible] بار رہتا ہے۔ توحید فکری و عملی کا لازمی منطقی نتیجہ یہ ہے کہ مسلمان ایمان کے ساتھ عمل صالح سے بھی آراستہ ہو، اور یہ عمل صالح کسی دوسری غرض کے تحت نہ ہو بلکہ محض اسی خدائے واحد کی رضا طلبی کے لئے ہو، جس نے زندگی عطا فرمائی ہے۔ اسلام حقیقت میں اپنے ماننے والوں سے اس بات کا مطالبہ کرتا ہے کہ اس کا ہر قدم توحید فکری کا مظہر ہو، وہ اپنے نظریات، خیالات، اپنی ذات اور اپنی محبت کو اس پر ہر وقت قربان کرنے کے لئے تیار رہے۔ مسلمان ہونے کا دعویٰ بھی اسی صورت میں قابل تسلیم ہے جب وہ اپنے آپ کو مالک حقیقی کے سپرد کر دے، جس کے قبضۂ قدرت میں ہر چیز کو خیال کرتا ہے [illegible] ہے جس کی تعلیم قُلْ اِنَّ صَلَاتِیْ وَنُسُکِیْ وَمَحْیَایَ وَمَمَاتِیْ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ (اے نبی [illegible] میری نماز، میری قربانی اور زندگی و موت سب اللہ [illegible]) [illegible] اس سے بڑھ کر [illegible] اسی انتہائی [illegible] اگر کوئی شخص خدا کے علاوہ کسی ذات کے حکم کو ضروری اہمیت بھی دیتا ہے تو [illegible] توحید [illegible] اس کا دعویٰ اسلام [illegible] ہے۔

الغرض اسلام کے معنی مکمل طور پر خدا کے احکام پر سر تسلیم خم کر دینا ہے [illegible] حقیقت [illegible] ملاحظہ [illegible]

کہا کہ میں نے جہانوں کے پروردگار کے سامنے گردن جھکا دی) سے واضح ہے۔ اس کے مطابق مسلم وہ ہے جو ہر وقت خدا کے حضور جھکا رہے اور زندگی کے کسی شعبہ میں بھی اس کے قوانین کی تعمیل میں کوتاہی نہ کرے، اپنے نظریات، خیالات، جذبات حتیٰ کہ اپنی ذات تک کو اس پر قربان کرنے سے دریغ نہ کرے۔ ان کی تفصیلی تشریح بعد میں عرض کی جائے گی۔ یہاں صرف دو حدیثیں پیش کی جاتی ہیں۔

(۱) مَنْ اَحَبَّ لِلّٰہِ وَاَبْغَضَ لِلّٰہِ وَاَعْطٰی لِلّٰہِ وَمَنَعَ لِلّٰہِ فَقَدِ اسْتَکْمَلَ الْاِیْمَانَ۔ (ابوداؤد)	جو شخص خدا کے لئے دوستی اور خدا ہی کے لئے کسی سے دشمنی رکھے اور خدا ہی کے لئے کسی (فقیر) کو کچھ دے اور خدا ہی کے لئے نہ دے تحقیق اس نے اپنے ایمان کو کامل کر لیا۔
(۲) اَفْضَلُ الْاَعْمَالِ الْحُبُّ فِی اللّٰہِ وَالْبُغْضُ فِی اللّٰہِ۔ (ابوداؤد)	خدا ہی کے لئے دوستی رکھنا اور خدا ہی کے لئے کسی سے دشمنی رکھنا سب سے افضل عمل ہے۔

اگر کوئی شخص خدا تعالیٰ کا محبوب ہے تو وہ تمہیں بھی محبوب ہونا چاہئے اور اگر تمہارا عزیز خدا کے احکام کی پروا نہیں کرتا تو تمہیں بھی اس کی محبت نہیں رکھنی چاہئے کیونکہ ہمارا تو وہ ہے جو خدا کا ہوگیا جیسا کہ کسی [illegible] نے کیا ہی اچھا عرض کیا ہے ؎

مجھ کو اے زاہد محبت ہے [illegible] بت سے عزیز
میرا [illegible] ہوگیا

انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام چونکہ رب تعالیٰ کے خاص الخاص برگزیدہ بندے ہوتے ہیں اس لئے اس نظریہ کے تحت ان کی محبت بھی ضروری ہے۔ جیسا کہ [illegible] اِنَّ الْمُحِبَّ لِمَنْ یُّحِبُّ مُطِیْعٌ [illegible] محبت کا لازمی نتیجہ محبوب کی اطاعت گزاری ہے اسی لئے قرآن حکیم نے واشگاف الفاظ میں جامع اعلان فرمایا: وَمَا اَرْسَلْنَا مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا لِیُطَاعَ بِاِذْنِ اللّٰہِ (یعنی ہم نے ہر رسول کو اسی لئے بھیجا ہے کہ خدا کے حکم سے اس کی اطاعت کی جائے) مَنْ یُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰہَ (جو رسول کی اطاعت کرتا ہے اس نے گویا خدا کی اطاعت کی) فرما کر اس پر مہر ثبت فرما دی۔ چنانچہ سرور کائنات

فخر موجودات علیہ افضل الصلوات واکمل التحیات کی پیروی اور فرمانبرداری پر بے انتہا زور دیا، بلکہ ایک جگہ تو قُلْ اِنْ کُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰہَ فَاتَّبِعُوْنِیْ ...... الآیہ فرما کر حضور کی پیروی کو خدا کا محبوب ہونے کا ذریعہ اور نجات کا ضامن ٹھہرایا۔ قرآن پاک کی متعدد آیات اَطِیْعُوا اللّٰہَ وَ اَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ سے شروع ہوتی ہے۔ ان ارشادات خداوندی سے صاف واضح ہے کہ رب تبارک وتعالیٰ کی اطاعت یعنی اسی کے حضور کسی قسم کی قربانی سے دریغ نہ کرنا سرورکائنات علیہ اکمل التحیات پر قربان ہو جانے کا جذبہ ہے

چونکہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کے محبوب ترین بندہ ہیں اس لئے حضور سے محبت کرنا گویا خدا سے محبت کرنا ہے۔ بار بار اکمل ایمان کو سرورکائنات صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم پر ہمہ جہتی قربانی (یعنی عقل، جذبات، نظریات، محبت، بلکہ جان تک قربان کر دینے کے جذبہ) سے تعبیر کیا گیا۔ ان کی تشریح یہ ہے۔

(۱) عقل کی قربانی

عقل کی قربانی سے مراد یہ ہے کہ سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ارشادات کے سامنے اپنی عقل کو اہمیت نہ دو بلکہ ان کے سامنے سرتسلیم خم کر دینے ہی کو روح عقل تصور کرو۔ جب آپ کی غلامی اختیار کی ہے تو ظاہر ہیں عقل کوتہ اندیش سے آزادی حاصل کرنا ضروری ہے۔

آپ کو یاد ہی ہوگا کہ سرورکائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جب معراج شریف کا واقعہ سُنایا تو ابوجہل کے اعتراض کرنے پر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کیا ایمان افروز جواب فرمایا تھا۔

یاد رکھئے کہ عقل کو قربان کرنے والا "صدیق" کہلایا اور اپنی عقل ناقص سے کام لینے والا ابوجہل "زندیق"۔ حضرت علامہ اقبال فرماتے ہیں ؎

عقل کو تنقید سے فرصت نہیں
عشق پر اعمال کی بنیاد رکھ

جب اس آقائے نامدار (فداہ ابی وامی وروحی وجسدی) صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو دشمنوں نے بھی "الصّادق" کا لقب دیکر صداقت کا مجسمہ مان لیا تو غلام ہو کر حیل وحجت کرنے کے کیا معنی؟

انکا رب قادر مطلق ہے جو چاہے کرے اور اپنے محبوب سے کرائے ویسے بھی اہل نظر کی نظر میں خوف خدا اور عشق مصطفیٰ صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم میں کوئی تفاوت نہیں اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ارشاد ہے راس الحکمۃ مخافۃ اللہ لہذا خدا کا خوف اور سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا عشق ہی بہترین دانائی اور عقل ہے۔

محبت کی قربانی

جو شخص حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو محبوب ہو اس سے محبت ہو اور جو شخص حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا دشمن یا گستاخ ہو، اس سے سخت نفرت ہو، محبوب کی محبت کا تقاضا بھی یہی ہے کہ جو چیز اس سے منسوب ہو جائے وہ محب کو پسند ہو۔ اپنی پسند ونا پسند کو قطعی طور پر محبوب پر چھوڑ دیا جائے۔ حضرت مولانا روم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ؎

گفت معشوقے بعاشق اے فتیٰ
تو بغربت دیدۂ بس شہرہا
پس کدام شہر زانہا بہتر است
گفت آں شہرے کہ آنجا دلبر است

یعنی معشوق کا شہر بھی عاشق کے لئے جاذب توجہ ہوتا ہے اسی لئے علامہ اقبال فرماتے ہیں ؎

خاک طیبہ از دو عالم خوشتر است
خنک آں شہرے کہ آنجا دلبر است

یہاں غور کرنے کی بات یہ ہے کہ ہم تو ہم، کملی والے آقا صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کے ادنیٰ غلام ہیں، ان کا رب اُن سے منسوب شدہ ہر چیز کی قسمیں کھا کر ان کی عظمت وشان کا اعلان فرماتا ہے۔ وَالْعَصْرِ۔ لَآ اُقْسِمُ بِھٰذَا الْبَلَدِ۔ لَعَمْرُکَ وغیرہ اسی کی مثالیں ہیں

الغرض حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر قربان ہونے کا ایک اہم جز محبت کو قربان کر دینا ہے۔ مثلاً آپ نے کدو پسند فرمایا ہے تو کوئی صاحب ایمان (نعوذ باللہ) اس کو ناپسند نہیں کر سکتا۔ اس نظریہ محبت میں نسبی محبت بھی شامل ہے۔ آپ کو یاد ہوگا کہ حضرت عبدالرحمٰن اسلام لائے، تو

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے ایک دفعہ کہنے لگے کہ ابا جان قبل از قبول اسلام جب میں بدر میں کافروں کی طرف سے لڑ رہا تھا تو آپ میری زد میں آگئے تھے مگر میں نے آپ کو باپ سمجھکر چھوڑ دیا۔ اس پر مازدار نبوت پیکر عشق مصطفےٰ صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم جناب صدیق نے فرمایا۔ بیٹا اگر تم میری زد میں آجاتے تو میں کبھی نہ چھوڑتا کہ دشمن رسول کی حیثیت سے آئے تھے۔ اصل میں یہی نظریۂ اخوت کی بنیاد ہے۔

سرور دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ لا یؤمن احدکم حتیٰ اکون احب الیہ من والدہٖ وولدہٖ والناس اجمعین۔ یعنی تم میں سے کوئی شخص اس وقت تک مومن نہیں ہوسکتا جب کہ اس کو محبت اپنے والدین، اولاد بلکہ سب لوگوں کی نسبت مجھ سے زیادہ نہ ہو۔

رائے کی قربانی

سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ مومن کے لئے لازم ہے کہ سر تسلیم خم کرلے۔ اور اپنی رائے کو یکسر موقوف کردے۔ اس کی اہمیت قرآن پاک کی اکثر و بیشتر آیات سے روشن ہے بلکہ جب اطیعوا اللہ واطیعوا الرسول کا جملہ سامنے آتا ہے تو یہی چیز جو جاہل سے جاہل دماغ میں بھی آتی ہے وہ یہی ہوتی ہے اس کے علاوہ چند آیات بھی سُن لیجئے۔

(۱) فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُونَ حَتّٰى يُحَكِّمُوْكَ فِيْمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ ثُمَّ لَا يَجِدُوْا فِيْ اَنْفُسِهِمْ حَرَجًا مِّمَّا قَضَيْتَ وَيُسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا ۝ (پ ۵ ع ۶)	تمہارے رب کی قسم وہ مسلمان نہ ہوں گے جب تک اپنے آپس جھگڑے میں تمھیں حاکم نہ بنائیں پھر اپنی جانوں میں تمھارے فیصلہ پر تنگی نہ پائیں اور فرمانبردارانہ قبول کریں
(۲) وَمَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ وَّلَا مُؤْمِنَةٍ اِذَا قَضَى اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗۤ اَمْرًا اَنْ يَّكُوْنَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ ج	کسی مسلمان مرد و عورت کو جب اللہ اور اس کا رسول کسی معاملہ کا فیصلہ فرمادے تو انھیں اختیار نہیں رہتا۔
(۳) فَاِنْ تَنَازَعْتُمْ فِيْ شَيْءٍ فَرُدُّوْهُ اِلَى اللّٰهِ وَالرَّسُوْلِ۔ (پ ۵ ع ۵)	پھر اگر تم میں کسی بات کا جھگڑا اٹھے تو اللہ اور اس کے رسول کے حضور رجوع کرو۔
(۴) لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ لِّمَنْ كَانَ يَرْجُوا اللّٰهَ وَالْيَوْمَ الْاٰخِرَ الآیہ (پ ۲۱ ع ۷)	بیشک تمھارے لئے رسول اللہ میں پیروی ہے اس کے لئے جو اللہ اور پچھلے دن کا امیدوار ہو۔

احباب! یہاں مجھے افسوس سے عرض کرنا ہے کہ اس پرآشوب دور میں نئے نئے روشن دماغ مجتہدین چودہ سو سالہ پرانے اسلام میں ترمیم کرنے کی غرض سے طلوع اسلام پر مائل ہوگئے ہیں اور اس حقیقت سے بالکل غافل ہوگئے ہیں کہ ایمان تو رب جل و علا اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے احکامات کو بلاچون وچرا تسلیم کرنے کا نام ہے۔ اعتراض کا محل تو ایسی چیز ہوگی جو انسانی ذہن کی پیداوار ہو۔ یہاں تو عقل کا خالق قانون ساز ہے۔ خیر ان لوگوں کو خدا اور رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ارشادات کی کھلی مخالفت کرنا ہے۔ مثلاً قرآن کریم میں صاف اور واضح اعلان ہے۔

من یطع الرسول فقد اطاع اللہ (یعنی جو شخص رسول کی اطاعت کرتا ہے وہ خدا کی اطاعت کرتا ہے) مگر یہ روشن دماغ اتنے بلند خیال ہیں کہ جو بات کوئی نہ سمجھ سکے، وہ یہی سمجھتے ہیں ان کے متعدد کارناموں میں ایک کارنامہ قربانی کا تصور پیش کرتا ہے بات تو اتنی تھی کہ اسمٰعیل علیہ السلام کے سراپا تسلیم و رضا بن جانے کی ادا رب تعالیٰ کو بہت پسند آئی اور اس نے اس ادا کو دوام بخشنے کیلئے ملت ابراہیمی کے صاحب نصاب افراد پر سال میں ایک دفعہ قربانی واجب فرمائی۔ سرور کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا متواتر عمل اس کے وجوب کی دلیل بنا۔ آپ خود ہی غور فرمائیں کہ جب اسمٰعیل علیہ السلام کی ایک دفعہ کی ادا رب تعالےٰ کو اتنی پسند آئی تو اپنے حبیب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی اتنی بار اعادہ کی ہوئی ادا کتنی پسند آئی ہوگی۔

عاشقان را چہ کار ما تحقیق　　ہر کجا امر اوست قربانیم

کے مصداق اتنی بات ہی کافی ہے کہ ان کے آقا و مولا نے اسے سرانجام دیا ہے ورپسند فرمایا ہے۔ وہ قربانی کے مالی فوائد یا نعوذ باللہ نقصانات دیکھنا گوارا ہی نہیں کرتے۔ ان کا ایمان ہے کہ رب رسول کا کوئی حکم بھی حکمت سے خالی نہیں ہوتا۔

خیر اِن روشن دماغوں کو معذور سمجھنا چاہیئے کیونکہ اگر وہ اسی آقائے نامدار مدنی تاجدار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ارشادات کو اٰمِنُوْا کَمَآ اٰمَنَ النَّاس کے مطابق دوسروں کی طرح مان لیں تو اپنے نتائج فکر کو کہاں چھپائیں۔ ایک نیا اسلام کیسے طلوع کریں اور وہ قرآن لکھ کر اصل قرآن کی کیسے مخالفت کریں؛

علامہ اقبال نے بجا فرمایا ہے ؎

اجتہاد اندر زمان انحطاط ‌ ‌ ‌ قوم را برہم ہمی پیچد بساط

جان کی قربانی

حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ارشاد گرامی پر جان تک قربان کر دینا اپنے آرام و راحت کی پروا نہ کرنا تکمیل و کمال ایمان کے لئے لازمی شرط ہے۔ مومن اپنی جان سے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو احب سمجھتا ہے۔ آدھی رات سر پر ہو، ٹھنڈی ٹھنڈی باد سحر بدن کو چیر کر گزر رہی ہو اور اس حالت میں آقا کے ارشاد کے مطابق غسل واجب ہو تو بندے کے لئے اپنے آرام و راحت کے احساس کو بالائے طاق رکھکر آقا کے ارشاد کی تعمیل کرنا لازم ہے، اگر جہاد پر جانے کی ضرورت ہو، سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے دشمنان نابکار آپ کی مقدس ذات ستودہ صفات پر حملہ کر رہے ہوں تو صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم

آبروئے ما ز نام مصطفٰے است

کو ذہن نشین کر کے اور

در دل مسلم مقام مصطفٰے است

کا ثبوت دیتے ہوئے خود تیغ براں اور شمشیر جوہر دار ہو کر میدان کارزار میں مائل پیکار ہو۔

سامعین حضرات! یاد رکھئے یہی وہ مقام ہے جس کا مطالبہ ہر مدعی ایمان سے کیا جاتا ہے اور یہی وہ معیار ہے جس سے منافق و مومن کی شناخت ہوتی ہے۔ منافق ظاہری اطاعت میں کوتاہی نہ بھی کرتا ہو مگر چونکہ ناموس مصطفٰے صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر کٹ مرنے کا جذبہ موجود نہیں۔ اس لئے اس میں قلزم ایمان موجزن نہیں کیونکہ

طبع مسلم از محبت قاہر است
مسلم از عاشق نباشد کافر است

یعنی مسلمان فطری طور پر خدا و رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے محبت کرنے پر مجبور ہے، اگر اس میں خدا و رسول کا عشق نہیں تو وہ مومن نہیں۔

آپ جانتے ہیں کہ مدینہ منورہ میں چند لوگوں کی ایک مخصوص جماعت صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے دوش بدوش نماز پڑھتی تھی، روزے رکھتی تھی، باقی اوامر و نواہی کی پابند تھی لیکن خدا و رسول کی راہ میں فدا ہونے کا جذبہ نہیں تھا اس لئے اس کو منافقین کا گروہ کہا گیا اور قرآن کریم میں بار بار ان کی مذمت کیگئی کیونکہ اوامر و نواہی کی پابندی عشق و اطاعت کی مظہر ہے، اگر یہ نہیں تو اس کی کیا اہمیت، بقول ظفر علی خاں

نماز اچھی، حج اچھا، روزہ اچھا اور زکوٰۃ اچھی
مگر میں باوجود اس کے مسلماں ہو نہیں سکتا
نہ جب تک کٹ مروں میں خواجۂ بطحا کی عزت پر
خدا شاہد ہے کامل میرا ایماں ہو نہیں سکتا

چنانچہ جب حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ! آپ مجھے میری جان سے عزیز تر ہیں تو حضور صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اے عمر آج تیرا ایمان مکمل ہوگیا۔ (مفہوم)

تاریخ جاں سپاری کا وہ بے مثال نظارہ فراموش نہیں کر سکتی۔ جب اسد اللہ الغالب حضرت علی ابن ابی طالب اپنے آقا و مولا کے ارشاد کے مطابق چارپائی پر آرام و سکون کی گہری نیند سوئے اور اسی دلقعے کے لگ بھگ جب ایک عاشق زار سوراخ کو ایڑی سے بند کرتا رہا تاکہ کوئی چیز محبوب کے آرام میں مخل نہ ہو۔ یاد رکھئے یہی تفسیر ہے۔ النبی اولیٰ بالمومنین من انفسھم کی۔

امتحانِ خلیل

از حاجی جوہر چاندپوری

جو انساں محرمِ رازِ نگاہِ ناز ہوتا ہے
وہی دنیائے حسن و عشق میں ممتاز ہوتا ہے

چمن آرائے فطرت نے جسے آغوش میں پالا
نہیں ہوتا وہ رنگ و بوئے گل کا چاہنے والا
نگاہِ حسن ہی کے ہر اشارے پر جو چلتا ہے
وہ تسلیم و رضائے عشق کے سانچے میں ڈھلتا ہے

رضائے دوست ہی کو جو خوشی اپنی سمجھتا ہے
فریبِ دامِ دنیا میں وہ بندہ کب الجھتا ہے
کبھی اس کی زباں پر شکوۂ عالم نہیں ہوتا
ہجومِ یاس میں بھی دادخواہِ غم نہیں ہوتا
رضائے دوست ہی پیشِ نظر ہر گام ہوتی ہے
کہاں اس کی نظر میں گردشِ ایام ہوتی ہے
رضائے ربِ عالم کے لئے مرتا ہے جیتا ہے
غمِ کونین وہ کھاتا ہے، دل کا خون پیتا ہے
پرستارِ خدا دیوانۂ عالم نہیں ہوتا
فدا کارِ خدا پروانۂ عالم نہیں ہوتا
خلیل اللہ کی تاریخ ہے اس بات کی شاہد
خدائے پاک کے نزدیک وہ سچے راشد و عابد

وہ ابراہیم جو دینِ متیں کے داعیِ اوّل
وہ ابراہیم مخلوقِ خدا کے مصلحِ اکمل
وہ ابراہیم جس نے کی نہ پوجا چاند تاروں کی
وہ ابراہیم جس نے کی نہ پروا تاجداروں کی
وہ ابراہیم جس نے دینِ کامل کی بنا ڈالی
وہ ابراہیم جس نے راستی کی طرح ڈالی
وہ ابراہیم جس نے [illegible] ڈالا
وہ ابراہیم جس نے سرکشوں کا سر کچل ڈالا
وہ ابراہیم جس نے کذب سے رشتہ نہیں جوڑا
وہ ابراہیم جس نے دامنِ حق کو نہیں چھوڑا
وہ ابراہیم جس کے فیض سے ہو ناز بھی جنت
وہ ابراہیم مردِ حق بلند عزم و جواں ہمت
وہ ابراہیم جو ہیں پیکرِ ایثار و قربانی
جہانِ آزمائش میں نہیں جن کا کوئی ثانی

جو ابراہیم کی کچھ آزمائش کا خیال آیا
تو شکلِ خواب میں ربِ جہاں نے ان سے فرمایا
"ہماری راہ میں کردو عزیزِ جاں کی قربانی
کہ اس سے ہوگی جذباتِ محبت میں فراوانی"
یہی دیکھا مسلسل خواب تو یہ تھی پریشانی
کہ "اس خواب مبارک سے ہے کیا منشائے ربانی"
ندائے غیب آئی "اگر دعوائے الفت ہے
تو بیٹے کی قربانی ہی منشائے فطرت ہے"
صدائے ہاتفِ غیبی یہ سنتے ہی تڑپ اٹھے
ذبیح اللہ سے پوچھا کہ "میرے لاڈلے بیٹے!
رضائے رب یہ ہے عشق میں قربان کردوں تجھ کو
بتا اے میری جاں اب تیری بھی رضا جو ہو"
ذبیح اللہ فرطِ شوق سے کہنے لگے "ابا!
رضائے ربِ عالم ہے تو مجھ سے پوچھنا کیا؟"
یہ سنتے ہی خلیل اللہ یوں بولے بہ حیرانی
"مگر مشکل ہے اپنے ہاتھ سے بیٹے کی قربانی"
یہ ابراہیم کا دل تھا یہ اسماعیل کا دل تھا
رضا کے سامنے ہی جس نے [illegible] سر جھکایا
جو ابراہیم نے خنجر [illegible] رحمت
زمین و آسماں کا شدتِ غم سے پھٹا سینہ
ذبیح اللہ بولے "جلد پھیرو حلق پر خنجر
نہ ہو تاخیرِ حکمِ رب میں اے بابا! مرے دم بھر
کہیں ایسا نہ ہو شفقت پدر کی جوش میں آئے
کہیں ایسا نہ ہو آزار چہرے پر آ جائے"
یہ سنتے ہی خلیل اللہ نے خنجر کو جنبش دی
مگر بیکار تھی اس وقت تیزی ان کے خنجر کی
تو فرشِ خاک پر اس کو خلیلِ رب نے دے مارا
بحکمِ رب ہوا وہ خنجرِ پُرآب یوں گویا
"گلوئے نازنیں پر تم نے مارا قصد ہی کیا ہے؟
نہ چل حلقِ ذبیح اللہ پر، یہ حکم آتا ہے"
جوابِ تیغ سنتے ہی خلیلِ رب نے فرمایا
"پریشاں حال ہوں آخر ہوا کیا ہے اے مولا!
مجھے فرمان ہوتا ہے کہ دو بیٹے کی قربانی
مگر خنجر کو چلنے کی اجازت دی نہیں جاتی"
ندا آئی "تمھارا امتحاں منظور تھا ہم کو
تمھیں دینا حیاتِ جاوداں منظور تھا ہم کو
ہماری راہ میں جو اپنے بیٹے پر چھری پھیری
تو اب دیں گے یہ ہم کرتے ہیں واجب ہم قربانی"

خلیلِ باصفا نے خواب کو سچ کر کے دکھلایا
خلیل اللہ کا ربِ دو عالم سے لقب پایا
جو اسمعیل نے بھی سر جھکایا حکمِ ربی پر
ذبیح اللہ لقب پایا ہوئے کونین کے سرور
رضائے ایزدی میں جس کی جانِ زار کام آئی
اسی کا نام زندہ ہے اسی نے زندگی پائی
نہیں ممکن کہ جوہر کر سکے ان کی ثنا خوانی
نہ ابراہیم کا ثانی نہ اسماعیل کا ثانی

ابو احمد نظامی

دیوبند اور شخصیت پرستی

اللہ رے خود ساختہ قانون کا نیرنگ
جو بات کہیں فخر وہی بات کہیں ننگ

قاری محمد طیب صاحب مہتمم دار العلوم دیوبند کی حالیہ تصنیف "اسلام اور مغربی تہذیب" پر مفتی دیوبند کا فتویٰ ہم جنوری ۱۹۶۳ء کے شمارہ میں ہدیۂ ناظرین کر چکے ہیں۔ آج کی تقریب میں استفتاء فتویٰ کی اصل عبارت پھر ملاحظہ فرمایئے اور فتوے کی اشاعت پر جناب کوثر نیازی مدیر شہاب لاہور کی معذرتی تحریر پڑھ کر شخصیت پرستی کا اندازہ کیجئے:

اخبار "دعوت" دہلی ۲۲ دسمبر ۱۹۶۳ء۔ بحوالہ فاران کراچی مارچ ۱۹۶۳ء۔

اقتباس نمبر ۱: "یہ دعویٰ تخیل یا وجدان محض کی حد سے گزر کر ایک دعوے کی حیثیت میں آجاتا ہے کہ مریم عذراء کے سامنے جس شبیہ مبارک اور بشر سوی نے نمایاں ہو کر پھونک ماری وہ شبیہ محمدی تھی۔"

اقتباس نمبر ۲: "اس ثابت شدہ دعوے سے بین طریق پر خود بخود کھل جاتا ہے کہ حضرت مریم رضی اللہ تعالیٰ عنہا اس شبیہ مبارک کے سامنے بمنزلہ زوجہ کے تھیں جبکہ اس کے تصرف سے حاملہ ہوئیں۔ پس حضرت مسیح کی ابنیت کے دعویدار ایک حد تک ہم بھی ہیں مگر ابن اللہ نہیں کہ جنہیں ابن احمد کہکر خواہ وہ ابنیت تمثالی ہی ہو۔"

اقتباس نمبر ۳: "حضور تو بنی اسرائیل میں پیدا ہو کر کل انبیاء کے خاتم قرار پائے اور عیسیٰ علیہ السلام بنی اسرائیل میں پیدا ہو کر اسرائیلی انبیاء کے خاتم کئے گئے جس سے ختم نبوت کے منصب میں ایک گونہ مناسبت پیدا ہو گئی۔ الخ"

سوالیہ:

اقتباس نمبر ۴: "بہرحال اگر خاتمیت میں حضرت مسیح علیہ السلام کو حضور سے کامل مناسبت دی گئی تھی تو اخلاق خاتمیت میں بھی مخصوص مشابہت مناسبت دی گئی جس سے صاف واضح ہے کہ حضرت عیسوی کی بارگاہ محمدی سے خلقاً، خُلقاً، رتبتاً، مقاماً ہی مناسبت ہے جیسی کہ ایک چیز کے دو شریکوں میں یا باپ بیٹوں میں ہونی چاہئے۔"

براہ کرم مندرجہ بالا اقتباسات کے متعلق قرآن و حدیث کی روشنی میں دیکھتے ہوئے اس کی صحت و عدم صحت کو ظاہر کر کے بتائیں کہ ایسا نظریہ دعویٰ کرنے والا اہلسنت و جماعت کے نزدیک کیسا ہے؟

المستفتی

دار العلوم دیوبند کے صدر مفتی مولانا سید مہدی حسن صاحب نے قاری محمد طیب صاحب کی کتاب اسلام اور مغربی تہذیب کے مندرجہ بالا اقتباسات پر درج ذیل فتویٰ صادر فرمایا

الجواب

"جو اقتباسات سوال میں نقل کئے ہیں اس کا قائل قرآن عزیز کی آیات میں تحریف کر رہا ہے بلکہ درپردہ قرآنی آیات کی تکذیب اور ان کا انکار کر رہا ہے بلکہ مفسرین نے تفاسیر میں تصریح کی کہ وہ جبرئیل علیہ السلام تھے جو مریم علیہا السلام کی طرف بھیجے گئے۔ وہ شبیہ محمدی نہ تھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام نے کبھی یہ نہ سمجھا بلکہ

"اِنَّ مَثَلَ عِیْسٰی عِنْدَ اللّٰہِ (الی آخر الآیات)
مَا کَانَ مُحَمَّدٌ اَبَا اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِکُمْ وَلٰکِنْ رَّسُوْلَ اللّٰہِ وَخَاتَمَ النَّبِیّٖنَ کے ...

اور اس پر اجماع امت ہے کہ وہ فرشتہ تھا جو
مریم کو خوشخبری سنانے آیا تھا۔
شخص مذکور محض بے دینی سے عیسائیت
و قادیانیت کی روح اس کے جسم میں سرایت کئے
ہوئے ہے وہ اس ضمن میں عیسائیت کے عقیدے
عیسیٰ ابن اللہ کو صحیح ثابت کرنا چاہتا ہے۔
جس کی تردید علیٰ رؤس الاشہاد قرآن عزیز نے
کی ہے لا تطرونی کما اطرت النصاریٰ
عیسیٰ ابن مریم (الحدیث) ببانگ دہل
شخص مذکور کی تردید کرتی ہے۔ الحاصل یہ اقتباسات
قرآن و حدیث اور جملہ مفسرین اور اجماع امت
کے خلاف ہیں مسلمانوں کو ہرگز اس طرف کان نہ
لگانا چاہیئے۔
بلکہ ایسے عقیدے والے کا بائیکاٹ کرنا چاہیئے
جب تک توبہ نہ کرے۔ واللہ تعالیٰ اعلم"

نوٹ۔ جناب ماہر القادری مدیر فاران کراچی رقمطراز ہیں۔
فاران مارچ ۱۹۶۳ء صفحہ ۱۳

"ہفتہ وار شہاب لاہور نے اخبار دعوت دہلی سے
یہ استفتاء جواب سمیت نقل کیا اس پر بعض علماء
دیوبند برہم ہوگئے جو حضرات دین میں اس قسم کے
متصوفانہ لطائف کو اہمیت دیتے ہیں انھیں
سراہتے ہیں اور اس انداز کا مزاج و فکر رکھتے ہیں
انھیں اس فتوے کی اشاعت پر برہم ہونے کی بجائے
ندامت و عبرت سے دوچار ہونا چاہیئے تھا۔ کاش
اب بھی انھیں اپنے لطائف زدہ افکار پر غور
کرنے کی توفیق نصیب ہو!

جناب کوثر نیازی مدیر شہاب بعض خیرخواہ
اور ہمدرد دوستوں کے توجہ دلانے پر اکابر دیوبند
سے معذرت خواہ ہوئے اور یہ معذرت اپنے
ہفت روزہ اخبار میں چھاپ دی وہ لکھتے ہیں۔

"مضمون چھاپتے وقت ذہن کے کسی گوشہ
میں بھی دار العلوم دیوبند یا حضرت مہتمم ظلہ کی توہین
کا خیال نہ تھا اور نہ ہی اس کے مضمرات و نتائج تک
نگاہ پہنچی مگر اب بعض محترم اور خیرخواہ دوستوں کے
توجہ دلانے پر محسوس ہوا ہے کہ اس طرح کی تحریریں
نفس دین کو ضعف پہنچانے کا باعث بنتی ہیں اس
احساس کے بعد اس تحریر کی اشاعت کیلئے رب العالمین
کے حضور میں عفو طلب ہوں اور اکابر دیوبند سے
بھی صدق دل کے ساتھ معذرت خواہ ہوں"

نوٹ۔ قارئین کو یہ معلوم ہونا چاہئے کہ بعض اخبارات و رسائل
ہی اس فتوے کی اشاعت پر پشیمان نہیں ہیں بلکہ مفتی دیوبند نے بھی
اپنے فتوے سے رجوع کرلیا اور اب ان اقتباسات کی نت نئی
تاویلیں کی جارہی ہیں۔ چنانچہ ان تاویلات پر مدیر فاران کے تاثرات
ملاحظہ فرمائیں۔

فاران کراچی مارچ ۱۹۶۳ء صفحہ ۱۹

"مفتیان دیوبند نے جو عجیب و غریب تاویلیں فرمائی
ہیں اور ان لغو بلکہ قرآن کی مخالف نکتہ سنجیوں کی
جس شاعرانہ انداز میں تائید و توثیق اور تصویب کی ہے
اس پر جتنا بھی افسوس کیا جائے کم ہے۔ کیا دیوبند
کی علمی سطح اس قدر پست ہوگئی ہے۔ اس گمراہ کن
فتوے کے اگر ایک ایک جملہ کو لے کر ہم اس کی
کمزوریاں اور فاحش غلطیاں ظاہر کریں تو یہ گفتگو
دراز ہو کر پوری ایک کتاب بن جائے گی"

ماہر صاحب کی ایک اور عبارت ملاحظہ کیجئے۔ فاران کراچی
۱۹۶۳ء صفحہ ۱۶

"قاری محمد طیب صاحب کے جد گرامی حضرت مولانا
محمد قاسم نانوتوی بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
کو خاتم النبیین سمجھتے تھے مگر ان کی تحریر کا ایک

(بقیہ صفحہ ۳۲ پر)

مولانا محمد اعظم خاں صاحب نائب مفتی دار الافتاء۔ بریلی

بابُ الاستفتاء

سوال۔ کیا فرماتے ہیں علمائے دین مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ایک پیر صاحب کی کتاب میں لکھا ہے کہ وقت گرانی میں ایک خصی میں سات آدمی شرکت کر سکتے ہیں۔ یہ کہاں تک صحیح ہے؟ مدلل جواب عنایت فرمائیں۔

حافظ امام الدین۔ بریلی شریف

جواب۔ پیر صاحب کا یہ قول کہ ایک خصی میں سات شرکت کر سکتے ہیں اگر اس سے ان کی مراد بکری کا خصی ہے تو ان کا یہ قول سراسر جہالت اور شریعت مطہرہ پر افترا ہے، اس سے رجوع لازم ہے۔ قرآن عظیم اور حدیث کریم میں اس کی کوئی اصل نہیں، جیسے پیر صاحب ویسے ہی ان کی کتاب۔ بھیڑ اور بکری چاہے خصی ہوں یا غیر خصی صرف ایک ہی آدمی کی جانب سے کافی ہو سکتی ہیں۔ کسی حالت میں شرکت جائز نہیں۔

علامہ شیخ محی الدین نووی شرح مسلم شریف میں فرماتے ہیں۔

واجمعوا علی ان الشاۃ لا یجوز الاشتراک فیھا

ائمہ اربعہ اور تمام فقہاء کا اس بات پر اتفاق ہے کہ بکری میں چاہے خصی ہو یا غیر خصی شرکت جائز نہیں۔

تنویر الابصار میں ہے۔ فتجب شاۃ او سُبُعُ بدنۃ

درمختار، ردالمحتار وبہار واللہ تعالیٰ اعلم۔

سوال۔ کیا فرماتے ہیں علماء دین مسئلہ ذیل کے بارے میں، چرم قربانی مسجد کے متولی کو دے کر یہ کہیں کہ اس کو آپ بیچ کر مسجد کے مصارف میں خرچ کریں۔ تو یہ جنس کھال یا رقم متولی مسجد کو دینا یا بذات خود مسجد کے مصارف میں خرچ کرنا جائز ہے یا نہیں؟

نصیر احمد صاحب موضع نارین پور
ضلع بھاگل پور

جواب۔ چرم قربانی یا اس کی قیمت مسجد میں دینا جائز ہے۔ متولی کے ذریعہ دے یا بذات خود مسجد کے مصارف میں خرچ کرے واللہ تعالیٰ اعلم۔

سوال۔ کیا فرماتے ہیں مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں۔ ایک عورت کچھ دنوں تک علیل تھی۔ دوران علالت میں ایک بکرا بہ نیت صدقہ مریضہ مذکورہ رکھ لیا گیا، جو قریب ایک سال سے تا ہنوز وہ بکرا موجود ہے۔ اب اس بکرے کو صدقہ کرنا چاہتا ہوں لہٰذا ازراہ کرم یہ تحریر فرمائیں کہ صدقہ کا صحیح مسئلہ کیا ہے اور اب کس طرح صدقہ کیا جائے۔ کیا اس کو فروخت کر کے قیمت کسی مسکین، محتاج یا اسلامیہ مدرسہ میں بھیج دی جا سکتی ہے یا نہیں؟

المستفتی محمد عبد العزیز صاحب، دیریا

جواب۔ صورت مسئولہ میں جائز ہے کہ بکرا ذبح کر کے اس کے گوشت کو صدقہ کر دیا جائے یا فروخت کر کے اس کی قیمت کو صدقہ کر دے۔ مسکین و محتاج کو بھی صدقہ دے سکتے ہیں مدرسہ میں بھی بھیج سکتے ہیں مگر مدرسہ کو دینا بہتر ہے اس لئے کہ مدرسہ کو دینا صدقہ جاریہ ہے؛ واللہ تعالیٰ اعلم

اگر نذر مانی تھی تو اس کا گوشت پوست فقراء و مساکین ہی پر صرف کیا جائے گا، مدرسہ کے مستحق طلبہ کو بھی دیا جا سکتا ہے وھو تعالیٰ اعلم۔

فقیر مصطفےٰ رضا خاں غفرلہٗ

سوال۔ کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ زید کہتا ہے کہ اذان خطبہ میں اشہد ان محمد رسول اللہ پر انگوٹھا چوم کر آنکھوں سے لگانا خلاف شرع ہے۔ عمرو کہتا ہے کہ یہ فعل مستحب ہے اور اس فعل سے تعظیم نام پاک حاصل اور ظاہر ہوتی ہے۔ ہاں اس کے علاوہ اذان خطبہ کی تکرار

یعنی دوسرے دن پر انھیں الفاظ کا دہرانا یا کوئی کسی طرح کا ذکر کرنا یا وظیفہ پڑھنا یا نماز پڑھنا یا کوئی ایسا فعل کرنا جو کہ اذان یا خطبہ سننے میں حارج ہو بلکہ خلاف شرع ہے علاوہ اس کے عمرو یہ کہتا ہے کہ جب کہ خطبہ سننا قریب فرض کے ہے اور اس کے درمیان اگر کوئی شخص کسی طرح کا کوئی ایسا عمل کرے جو کہ دوران خطبہ میں کرنا منع ہے تو دوسرا اس کو اشارہ سے منع کر سکتا ہے تو پھر جب کہ اذان سنت ہے اس میں اگر اشہد ان محمد رسول اللہ پر دل میں درود شریف پڑھے اور انگوٹھوں کو چوم کر آنکھوں سے لگائے تو کوئی حرج نہیں لہٰذا گزارش یہ ہے کہ کرم فرما کر صحیح و مدلل جواب سے مطمئن فرمائیے بینوا توجروا۔

محمد صغیر بدایوں

جواب۔ تقبیل ابہامین یعنی انگوٹھا چومنا سرکار دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے نام سننے کے وقت بیشک امر مستحسن اور مستحب ہے اس سے نہیں منع کرے گا مگر دشمن رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم لیکن خطبہ کے وقت انگوٹھا چومنا منع ہے کیونکہ خطبہ کے وقت نماز و اذکار ہر قسم کا کلام اور ہر قسم کی حرکت ممنوع ہے، اگر خلاف شرع کوئی بات دیکھے تو صرف اشارے سے منع کرنے کی اجازت ہے۔ اگر اس مسئلہ کی تفصیل مطلوب ہو تو فاضل اجل متکلم اجلی فقیہ اعظم ولی افخم امام اہلسنت اعلیٰ حضرت عظیم البرکت مجدد مائۃ حاضرہ مؤید ملت طاہرہ کی تصنیف لطیف "نہج السلامۃ فی تفصیل الابہامین فی الاقامۃ" کو ملاحظہ فرمایا جائے۔ عمرو کا یہ کہنا جب خلاف شرع بات دیکھنے پر روکنے کے لئے کرنا جائز ہے تو خطبہ کے وقت انگوٹھا کو چوم کر آنکھوں سے لگانے میں کوئی حرج نہیں" یہ اس کی اٹکل ہے اور مسائل شرعیہ میں اٹکل بازی ناجائز ہے، دوسرے خلاف شرع بات سے روکنے کے لئے اشارہ کرنا تو ضرورتاً ہے اور انگوٹھا چومنے کو خطبہ کے وقت جب شریعت مطہرہ نے منع فرمایا تو یہاں کیا ضرورت، عمرو نے یہ بھی کہا کہ خطبہ سننا قریب فرض کے ہے، قریب فرض کے نہیں بلکہ فرض ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

سوال۔ علمائے دین اس مسئلہ میں کیا فرماتے ہیں۔ زید کے پاس ایک بکرا ہے جو قربانی کی نیت سے پالا ہے، جس کو زید کی بیوی نے اس بکرے کو اپنا دودھ محبت کے شوق میں پلایا ہے مسئلے کی رو سے اس بکرے کی قربانی ہو سکتی ہے یا نہیں؟ اگر ہو سکتی ہے تو اس کا گوشت کون کون کھا سکتا ہے۔ بینوا توجروا

عبد العظیم، دیوریا

جواب۔ اس بکرے کی قربانی درست ہے، اس کے جواز میں بالکل گنجائش کلام نہیں۔ فتاوی قاضی خاں میں ہے۔

"لَوْ اَنَّ جَدْیاً غُذِیَ بِلَبَنِ الْخِنْزِیْرِ لَا بَاْسَ بِاَکْلِہٖ لِاَنَّ لَحْمَہٗ لَا یَتَغَیَّرُ وَمَا غُذِیَ بِہٖ یَصِیْرُ مُسْتَھْلَکاً لَا یَبْقٰی لَہٗ اَثَرٌ فَکَذَا ھٰذَا۔

اس بکرے کا گوشت زید اور اس کی بیوی اور ہر مسلمان کھا سکتا ہے، زید کے حق میں اگر رضاعت کا خیال ہو تو محض جہالت ہے کہ شیر زن مستہلک ہو گیا، گوشت کھانا دودھ پینا نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

بقیہ اسلام میں قربانی صفحہ (۱۴) سے آگے

رہ جائے گا، پس غربا کے لئے خوشخبری ہے اور بفضلہ الجواد جود دولت ہمارے پاس ہے وہ اغیار کے یہاں نہیں۔ کاش ہم کبھی اپنا محاسبہ کرتے تو وہ گرانمایہ پائے جس کی دستیابی ہر کمی کا لاجواب جواب ہے۔ میری مراد اس سے تائید ایزدی ہے۔ رب تبارک و تعالیٰ کا وعدہ ہے کہ لا تھنوا ولا تحزنوا وانتم الاعلون ان کنتم مؤمنین۔ اس لئے

آج بھی ہو جو براہیم کا ایمان پیدا
آگ کر سکتی ہے انداز گلستاں پیدا

جناب مولانا مقبول حسین صاحب

عامر صاحب کیلئے تازیانۂ عبرت

فاضل گرامی جناب مولانا حافظ قاری سید مقبول حسین صاحب امام جامع مسجد و صدر مدرس دارالعلوم جامعہ حبیبیہ کا ایک علمی مضمون ماہنامہ انوار اسلام بنارس میں شائع ہوا تھا جس کو عامر صاحب نے سطحی اور غیر علمی قرار دیکر اپنی سطحیت اور لاعلمی کا کھلا ثبوت دیا ہے درج ذیل مقالہ میں آپ کو یہی تلاش کرنا ہے کہ عامر صاحب کو عبارت کے کتر بیونت اور خیانت کے ارتکاب میں کس حد تک مشاقی ہے مولانا موصوف نے عامر صاحب کی ان سطحیات کی طرف کوئی توجہ نہیں کی جو ان کی ذات سے متعلق ہے اور ایک صاحب علم کو یہی چاہئے بھی۔ بلکہ ان حقائق سے پردہ اٹھا دیا ہے جہاں تک عامر صاحب کی رسائی ہی نہ تھی۔ —— (ادارہ)

انوار الاسلام کے جنوری ۶۳ء کے شمارے میں میرا ایک مکتوب زیر عنوان "حق حضرت علی کے ساتھ تھا" شائع ہوا تھا، اس سے مقصود صرف اتنا ہی تھا کہ "حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے جتنی بھی لڑائیاں لڑیں حق ان ہی کے ساتھ تھا" اس بات کو واضح کر دیا جائے اور یہ ثابت کر دیا جائے کہ یہ ایک حقیقت ہے محض حسن ظن یا من گڑھت قصہ نہیں ہے جس کے لئے کوئی حوالہ دیا نہ جا سکے اور یہ کہ اس کے قائل عامر عثمانی کے خیال کی طرح غیر ثقہ اور عوام کالانعام ہی نہیں ہیں بلکہ ایسے ایسے جلیل القدر آئمہ و فقہاء ہیں جن پر دنیائے اسلام کو ناز ہے۔ عثمانی صاحب نے اپنی روش کے مطابق اس کا ایک جائزہ لیا ہے اور فروری ۶۳ء کے تجلی میں زیر عنوان "تقتلك الفئة الباغية" اسے شائع کیا ہے۔ حق پر حسب معمول پردہ ڈالنے کی ناکام کوشش کے ساتھ ہی عوام کو رشد و ہدایت کی راہ سے دور رکھنے، گمراہی کے گڑھے سے نکلنے نہ دینے باطل کی گھٹا ٹوپ کے نیچے ہمیشہ متحیر اور سرگرداں رکھنے، نیز عوام کے حقیقت شناس ہو جانے پر اپنا پول کھل جائے گا، دھاک اٹھ جائیگی اس اندیشے سے بات بنائے رکھنے اور عوام پر اثر ڈالنے کی غرض سے رسالے کے کئی صفحے کالے کئے ہیں مگر یہ تو ممکن نہیں ہے کہ سب چشم پوشی کر لیں گے یا تقیۃً حق کو پوشیدہ رکھنے کی اس کوشش پر انگلی نہیں اٹھائیں گے۔ یوں وہ جہاں تک بکواس کر سکتے تھے کی مگر ہمیں صرف حقیقت کو واضح کر دینا ہے لہذا اختصار کے طور ان کے الفاظ پر غور کریں گے وباللہ التوفیق

کتابت کی غلطی سے ایک جگہ ابن الہمام کے نام کے ساتھ صاحب عنایہ چھپ جانے سے عثمانی صاحب کو ایسا دنایاب مل گیا کہ پھولے نہیں سماتے، سنبھالے نہیں سنبھلتے۔ تقصیر ثابت کرنے کیلئے ان کو جتنے الفاظ مل سکتے تھے اور اپنے اعتبار سے اس مقصد کے اظہار کے لئے جتنے طرق ہو سکتے تھے، سب پر طبع آزمائی کی۔ خدائے قدوس اگر ایمان عطا فرما دیتا تو غالباً اتنے خوش نہیں ہوتے۔ یہ نہیں سوچا کہ ایک سطر کے بعد محمد بن محمود البابرتی صاحب عنایہ لکھا ہے۔ چند سطر کے بعد کمال الدین المعروف بابن الہمام المتوفی ۸۶۱ھ صاحب فتح القدیر لکھا ہوا ہے، لہذا یہاں کتابت ہی کی غلطی سے صاحب فتح القدیر کی جگہ صاحب عنایہ چھپ گیا ہوگا نہیں۔ یہ تو آپ کے نزدیک اتفاقیہ سہو یا خطائے کتابت قرار دیئے جا سکنے کے باوجود بڑا دلچسپ قابل نقد و نظر اور معرکۃ الآراء مسئلہ ہے۔ کیا کریں کہ اس کے لئے موضوع ہو خواہ بیہودہ ہی سہی۔

دوسری بات یہ ہے کہ ثم تجوز التقلد من السلطان الجائر وغیرہ عبارتوں میں تقلد سے "عہدۂ قضا قبول کرنا" مراد ہے، اسے عثمانی صاحب اپنے خیال میں اکیلے سمجھتے ہیں۔ اس کے اثبات کے لئے حرف "من" کا صلہ ہونا آگے و من قلد القضاء یسلم الیہ دیوان القاضی الخ مسئلے کا درج ہونا وغیرہ دنیا بھر کے قرائن تو مل جاتے ہیں لیکن لفظ اطاعت کو دیکھکر اتنا اچھلنے لگتے ہیں کودتے ہیں یہاں اطاعت سے "عہدۂ قضا کو قبول کرنے میں اطاعت کرنا" مراد ہے۔ اس کے سمجھنے کے لئے کوئی قرینہ نہیں نظر آتا

کم از کم اتنا تو سمجھتے کہ مقام کس امر کا ہے۔ کتاب ادب القاضی میں قضا کی بحث میں تقلد کے معنی "عہدۂ قضا قبول کرنے ہی میں سلطان کی اطاعت" ہوں گے۔ اتنی بات دماغ میں نہیں پہنچتی ہے یزیدیت اور خارجیت قبول کرنے میں اطاعت اگر مراد لی ہوتی تو غالباً عثمانی صاحب کچھ نہیں کہتے۔ بلکہ بہت ہی مسرور ہوتے۔

اما بعد تسلیمہ قلد کے بعد ولیسمی ذلك الخ

تھوڑی سی عبارت کو چھوڑ دینے پر عثمانی صاحب کو بہت بڑا اعتراض ہے اسی طرح ثم انما یتم الخ عبارت کا ترجمہ چھوٹ جانے پر بھی ان کو اعتراض کا بہت بڑا موقع مل گیا ہے۔ کبھلا یہ تو بتائیں، اس عبارت کے چھوڑ دینے سے یا اس عبارت کا ترجمہ چھوٹ جانے سے مقصد میں کیا فرق پڑا۔ ماقبل کا کیا مفہوم بگڑ گیا اور مابعد کے کیا معنی غلط ہوگئے۔ ہاں اگر ایسا ہوا ہوتا اور عثمانی جیسے نے بھی اس کی طرف اشارہ کیا ہوتا تو ایک بات ہوتی لیکن کریں کیا؟ ایک تو ڈوم کے گھر بیاہ جو جاہے ہوگا والا حساب ہے، دوسرے بکنا ہی ہے۔ کیا بتاؤں؟ اگر اسی طریقے پر نقد ونظر کرنا ہو تو دیکھئے عثمانی نے خود فتح القدیر کی عبارت کو کس قدر مسخ کرکے منظر عام پر پیش کیا ہے۔ ولیسمی ذلك العام المحاجة۔ حالانکہ فتح القدیر کی عبارت ہے۔ ولیسمی ذلك العام عام المحاجة۔ کیا اس عبارت کا وہی مفہوم ہے جو عثمانی کی پیش کردہ عبارت کا ہے؟ مضاف غائب، یہ کہاں کی دیانت داری ہے؟ اگر اسے اتفاقیہ سہو یا کتابت کی غلطی مانا جائے تو عثمانی ہی کے قاعدے پر کتنے مزے کا دلچسپ لطیفہ ہوگا؟

دوسری جگہ لکھتے ہیں "بچے اور انبیاء تو معصوم ہیں"۔ کیسی خطائے فاحش ہے۔ علم دین سے جس کو بھی تھوڑا سا واسطہ ہے، جانتا ہے کہ مخلوقات میں فرشتوں اور انبیاء کو چھوڑ کر کوئی معصوم نہیں ہے، یہاں بچے معصوم رکھے ہوئے ہیں۔ کیا جناب عثمانی صاحب نے اپنے پورے مذہب کے بچوں کی معصومیت پر سوائے اقوال جہال کے کوئی نص پیش کرسکتے ہیں؟ دیکھا؟ یہ ہے جناب عثمانی صاحب فاضل دیوبند کا علم اسی طرح گنتے گئے تو بے شمار غلطیاں نکلیں۔

ایک بات دریافت ہے کہ عثمانی کے نزدیک ہدایہ کے اوراق سہو خطا سے خالی نہیں ——— اور ابن ہمام جیسے جلیل القدر فقہاء بھی وقتاً فوقتاً بشریت کی کمزوریوں کا شکار ہونے سے نہیں بچے ہیں مگر عثمانی خود غالباً اس عیب سے پاک ہیں، اس لئے کہ وہ مولانا مودودی جیسی شخصیت کے آستانے پر ان کی روشنی میں سجود نیاز لٹائے ہوئے ہیں، غالباً یہ اسی کی کرشمہ سازی ہے۔ خیر اب مقصد پر آتا ہوں۔

عمار بن یاسر والی حدیث کا ضعف اور موضوع ہونا ثابت کرنے کے لئے عثمانی صاحب نے بہت کوشش کی ہے، افسوس ہے کہ اگر وہ خود حقیقت کو سمجھ جائیں تو انھیں اپنی نادانی کے احساس سے کف حسرت ملنا پڑے گا۔ وہ یہ کہتے ہیں کہ شوکانی نے اس حدیث کو موضوع بتایا ہے۔ اور ابن الجوزی کی کتاب الموضوعات سے ان کا یہ قول نقل کیا ہے کہ یہ روایت گڑھی ہوئی ہے۔ ابن الجوزی کی کتاب الموضوعات احادیث کو موضوع بتانے میں کہاں تک معتبر ہیں۔ تمام اہل علم جانتے ہیں۔ علامہ زین الدین ابوالفضل عبدالرحیم المعروف بہ ابن العراقی رحمۃ اللہ علیہ فتح المغیث جزء اول کے صفحہ ۱۲۶ میں علامہ ابن الصلاح کا قول نقل فرماتے ہیں۔ ولقد اکثر الذی جمع فی ھذا العصر الموضوعات فی نحو مجلد ین فاودع فیھا کثیرا مما لا دلیل علی وضعه وانما حقه ان یذکر فی مطلق الاحادیث الضعیفة۔ اور خود فرماتے ہیں' دارا دابن الصلاح بالجامع المذکور ابالفرج بن الجوزی نیز شوکانی علم حدیث تو علم حدیث دین وایمان کے متعلق بھی کتنے محتاط تھے۔ یہ تمام ارباب نظر جانتے ہیں۔

دوسری قابل غور بات یہ ہے کہ مذکور حدیث کے طرق، رواۃ میں جن رواۃ کو عثمانی نے متروک، ضعیف یا غیر ثقہ وغیرہ ثابت کیا ہے وہ تمام رواۃ تمام محدثین کے نزدیک ایسے نہیں ہیں، بعض کو بعض نے ثقہ مانا ہے۔ مثال کے طور حارث بن حصیرہ کو ابن معین اور امام نسائی نے ثقہ مانا ہے، اسی طرح بعض کو کچھ محدثین متروک اور ضعیف مانتے ہیں اور کچھ انھیں غیر متروک کہتے ہیں اور ان سے روایت کو جائز کہتے ہیں۔ محدث ذہبی کی میزان الاعتدال اور علامہ ابن حجر کی تقریب التہذیب وغیرہما اسماء الرجال کی کتابوں سے یہ بات ظاہر ہے

لہٰذا انکو حدیث کا موضوع ثابت ہونا تو درکنار اسے غیر صحیح بھی کہنا مشکل ہے۔

ترمذی نے اس حدیث کو صحیح مانا ہے لیکن عثمانی صاحب کہتے ہیں کہ علاء بن عبدالرحمن کے افراد کی وجہ سے ترمذی نے اسے غریب قرار دیا ہے، غریب ہونا صحت کے لئے قادح نہیں ہے۔ اتنا ماننے کے باوجود عثمانی صاحب کہتے ہیں کہ ترمذی کے نزدیک یہ حدیث اعلیٰ درجہ کی صحیح نہیں ہے۔ حق یہ ہے کہ اگر عثمانی کے قول کو صحیح بھی فرض کر لیا جائے جب بھی مقصد میں کوئی فرق نہیں پڑتا خود امام ترمذی حدیث (من جمع بین الصلاتین من غیر عذر فقد اتی بابا من ابواب الکبائر) روایت کر کے فرماتے ہیں۔ حنش ھذا ھو ابو علی الرحبی وھو حنش بن قیس وھو ضعیف عند اھل الحدیث ضعفہ احمد وغیرہ والعمل علی ھذا عند اھل العلم (ترمذی شریف ص ۲۶ ج ۱) اور امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کتاب التعقبات علی الموضوعات میں اسی کے متعلق فرماتے ہیں۔ اشار بذلک الی ان الحدیث اعتضد بقول اھل العلم وقد صرح غیر واحد بان من دلیل صحۃ الحدیث قول اھل العلم بہ وان لم یکن لہ اسناد یعتمد علی مثلہ۔ لہٰذا امام ابن الھمام اور محمد ابن محمود البابرتی وغیرہما اہل علم کے اس حدیث کو قبول کرنے سے یہ بات صاف ظاہر ہو جاتی ہے کہ امام ترمذی کے نزدیک اس حدیث کی حیثیت وہ نہیں ہے جو عثمانی صاحب سمجھتے ہیں نہ ہی ان کے غریب کہہ دینے سے یہ مفہوم نکلتا ہے لیکن عثمانی اس رمز کو نہیں سمجھتے ہیں۔ وہ تو اسے صحیح بھی صرف اس لئے مانتے ہیں کہ حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی عزت کی خاطر وہ اپنا ایمان خطرے میں نہیں ڈال سکتے۔ گویا آپ کا ایمان ابھی صحیح سلامت ہے۔ اس موقع پر ابو الطیب متنبی کا ایک شعر یاد آتا ہے ؎

صغرت عن المدیح فقلت اھجی
کانک ما صغرت عن الھجاء

خیر آگے آیئے۔

عثمانی صاحب نے امام علی مرغینانی، امام ابن الھمام اور امام بابرتی کی عبارتوں کو تو قابل قدر تصور نہیں کیا۔ ہاں امیر معاویہ کے باغی نہ ہونے کی استشہاد میں یہ بتاتے ہیں کہ امام مالک، امام احمد اور امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے اس موقع پر طائفہ باغیہ سے قتال کی شرط نہیں پائی، امام مالک اور امام احمد کے نزدیک اس لئے یہ قتال قتال بالبغاۃ نہیں تھا بلکہ قتال فتنہ تھا اور امام اعظم فرماتے ہیں کہ بغاۃ سے قتال اس وقت تک جائز نہیں ہے جب تک وہ امام سے قتال شروع نہ کر دیں اور ان لوگوں نے امام سے قتال شروع نہیں کیا تھا۔

غالباً عثمانی صاحب کو یہ خیال ہے کہ امام ابن الھمام و امام بابرتی وغیرہما کی نظر سے ان آئمہ کرام و فقہاء عظام کے اقوال نہیں گزرے ہوں گے۔ یا یہ سمجھتے ہیں کہ انھیں امام ابن الھمام وغیرہ ان کی طرح سمجھ نہیں پائے ہیں۔ بات اصل میں یہ ہے کہ عثمانی کو اس حدیث کا مفہوم اور لفظ باغیہ کے یہاں کیا مراد ہیں معلوم نہیں ہیں۔ مجمع البحار الانوار جلد اول صفحہ ۱۰۸ میں ہے۔ تقتلہ الفئۃ الباغیۃ ای الظالمۃ الخارجۃ عن طاعۃ الامام واصل البغی مجاوزۃ الحد — عثمانی خود مانتے ہیں کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا چوتھا خلیفہ راشد ہونا برحق تھا اور یہ بھی کہتے ہیں کہ خود حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ بھی یہ دعویٰ نہیں کرتے تھے کہ حضرت علی مستحق خلافت نہیں بلکہ میرے لئے تخت خلافت خالی ہونا چاہئے تو اس سے کیا بات ثابت ہوئی؟ جب حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو مستحق خلافت مانتے ہوئے یہ چاہتے تھے کہ میرے لئے تخت خلافت خالی ہونا چاہئے تو یہ مجاوزہ ہے یا نہیں؟ اب لیجئے "میاں کی جوتی میاں کا سر" جادو وہ ہے جو سر چڑھ کے بولے۔ فقد اقر بمجاوزۃ معاویہ من حیث لا یشعر فالحمد للہ علی ذلک۔

عثمانی نے مختلف وجوہ سے یہ بتانا چاہا ہے کہ ممکن ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی جماعت سے حضرت عمار کا قتل ہو گیا ہو۔

(بقیہ صفحہ ۳۲ پر)

ایک خط اور اس کا جواب

محب مخلص مولانا انوار نظامی سلام مسنون، مزاج گرامی

ممکن ہے خطیب مشرق علامہ مشتاق احمد نظامی اپنے تقریری پروگرام پر ہوں اور آپ کسی گندہ اور پھوہڑ کتابچہ سے متاثر ہو کر کہیں کچھ لکھ نہ بیٹھیں، لہٰذا آپ سے گزارش ہے کہ ملک کا ہو شمند طبقہ علامہ نظامی اور رفقاء ادارۂ پاسبان سے بخوبی واقف ہے۔

یہی وہ حضرات ہیں جو دنیا رسنیت پر بادل بنکر چھائے ہیں آج انھیں اکابر کے زبان و قلم سے مسلک اہلسنت کی حفاظت و صیانت ہو رہی ہے۔ یہی حضرات فروغ سنیت کے لئے سر دھڑ کی بازی لگائے ہیں، گلی گلی کوچہ کوچہ کی خاک چھاننا اور پیغام حق پہنچانا انھیں لوگوں کا کام ہے۔ رفقائے ادارۂ پاسبان میں اکثر و بیشتر وہی حضرات ہیں جن کی زندگی ایک کھلی ہوئی کتاب ہے جس کی ایک ایک سطر پر دنیا کی نگاہ ہے تقریر، تحریر، تدریس، افتاء، مناظرہ غرضیکہ ہر اکھاڑے اور ہر میدان کے یہی لوگ شہسوار ہیں۔

پھر ادارۂ پاسبان کی دینی خدمات سے کون انکار کر سکتا ہے جس نے رسول نمبر، غوث نمبر، خواجہ نمبر، مجدد نمبر، محدث اعظم نمبر، شہید نمبر، امام احمد رضا نمبر وغیرہ جیسے بے بہا گرانمایہ نمبر شائع کئے ہوں اور ایک ایسے نازک وقت میں جبکہ "خلافت معاویہ و یزید" جیسی دل آزار کتاب نے ملک میں فتنہ برپا کر دیا تھا، اس وقت ہماری جماعت کا یہی مرد مجاہد تھا جس کا نام علامہ مشتاق احمد نظامی ہے، اسی نے یزیدیوں کے مقابلہ میں اپنا قلم اٹھایا اور "کربلا کا مسافر" نامی کتاب جو اہل بیت کی عقیدت و محبت تحقیق و تنقید کی آئینہ دار ہے اس کو منظر عام پر پیش کر کے ہم سب سنیوں کا سر اونچا کر کے ہمارے قلب و جگر کو تسکین بخشا اور "اپنے منہ میاں بننے والے" اس وقت انھیں یزیدیوں کے صف میں کھڑے تھے۔ اور ادارۂ پاسبان ہزاروں روپئے کی لاگت سے سرکار حسین کی بارگاہ میں نذرانۂ عقیدت پیش کر رہا تھا۔

اس لئے میں آپ سے گزارش کروں گا، آسمان کا تھوکا منہ پر آتا ہے آپ بھونکنے والوں کو بھونکنے دیجئے اور ہاتھی کی طرح گزر جایئے یاد رکھئے سی آئی ڈی محکمہ کبھی نہ کبھی تو بیدار ہوگا، فرقہ پرست ملک دشمن طبقہ کی خبر لینے کے لئے وہی محکمہ کافی ہے۔ آپ آنکھ اٹھا کر بھی ادھر نہ دیکھئے۔ دین کی جس خدمت میں آپ لوگ لگے ہوئے ہیں اس کو انجام دیتے رہیئے۔ خداوند کریم آپ لوگوں کو جزائے خیر دے گا۔

آپ کا اپنا عبدالرحمٰن
بمبئی ۱۱

عزیز مخلص! نیک دعائیں!

آپ کا خط ملا جو باعث ازدیاد محبت ہوا، شکریہ! آپ نے میرے نام خط بھیجکر اپنے خلوص و محبت کا حق ادا کیا، جو آپ کا اپنا کام تھا۔

ویسے میرے ادارہ کی پالیسی تمام لوگوں پر واضح ہو چکی ہے، مدیر پاسبان علامہ نظامی اپنی جماعت میں ایک ایسے ذہن و فکر کے مالک ہیں جس کے سبھی مداح ہیں۔

پھر کیا کہنا رفقائے ادارہ پاسبان کا ان میں سبھی آفتاب و ماہتاب ہیں اس لئے ایسے غیر شریفانہ حملوں کی طرف توجہ بھی نہیں دیتی ہے کسی علمی مسئلہ میں اختلاف ہو تو غور و فکر بھی کیا جائے۔ ہم گالی گلوج اور دھینگا مشتی کے لئے تیار نہیں۔

یہ کچھ ضروری نہیں کہ ہر مسئلہ یہیں حل ہو جائے میں نے اس کو اللہ تعالیٰ کے سپرد کیا جس سے بڑھ کر کوئی منصف نہیں اور وہی منتقم حقیقی ہے اگر ہم لوگوں نے زبان و قلم کا رخ بدل دیا تو دین کی جس خدمت گزاری پر ہم مامور ہیں وہ کام پیچھے رہ جائے گا۔

گھر میں بڑوں کو سلام کہدیں اور بچوں کو دعا و پیار۔ مدیر پاسبان اپنے ایک طویل پروگرام پر تشریف لے گئے ہیں۔

انوار احمد نظامی

محترمہ رابعہ عثمانی صاحبہ کراچی

نعت

بقیدِ ہوش مندی جس قدر سجدے کئے ہم نے
پسند آیا نہ کوئی بھی خیالِ یار میں اب تک

محبت میں لطافت کی کمی تھی با خدا ورنہ
سما جاتے کبھی کے ہم نگاہِ یار میں اب تک

وہیں لے چل نگاہ دیدۂ دل کی تمنا کو
جہاں برقِ تجلی ہے در و دیوار میں اب تک

تصور کی کشش میں خامیٔ رنگِ نظارہ ہے
مزا آتا نہیں، تجھ کو خیالِ یار میں اب تک

سب ہی مل جائے گا بحرِ فنا میں ڈوب جانے سے
کہاں اُلجھا ہوا ہے دہر کے افکار میں اب تک

غزلیں

جنابِ تشکیل صاحب اعظمی (ایف۔ ایم۔ بی۔ ایس)

جو دل فگار نہ ہو، چشم اشکبار نہ ہو
تو زندگی کا یہ لمحہ بھی خوشگوار نہ ہو

تمہارا جلوۂ رنگیں جو آشکار نہ ہو
نظر فروز یہ رعنائیٔ بہار نہ ہو

تری نگاہ جو آلودۂ خمار نہ ہو
تو قیدِ ہوش کسی کو بھی ناگوار نہ ہو

نہ عشق ہو طرب افزا، نہ شوق بالیدہ
جو حسنِ مست و خود آرا ستم شعار نہ ہو

کسی کی جراتِ دیدار سے نہ ہو برہم
وہ کیا کرے کہ جسے دل پہ اختیار نہ ہو

نہ دیکھ چشمِ حقارت سے یہ رخِ بے رنگ
یہی کہیں ترا ہی الفت کا شاہکار نہ ہو

غرورِ حسن کو خوئے نیاز ہے لازم
نہ ہو شمیم! جو کلیوں میں انکسار نہ ہو

مرے جہانِ مسرت کو لوٹنے والے
خدا کرے تجھے حاصل کبھی قرار نہ ہو

تشکیل وہ کرے شکوہ شکستِ دمدمہ کا
نصیب جس کو کبھی لطفِ انتظار نہ ہو

جناب حیات صاحب وارثی لکھنوی

اب سنائے کسے حالِ دلِ سوزاں کوئی
صاحبِ درد تو ملتا نہیں انساں کوئی

خاک کر کے مرے ذرّۂ دل کو پریشاں کر دے
دل میں رہ جائے جفا کار نہ ارماں کوئی

امتحاں بھی نگہہِ شوق کا ہو جائے گا
ہو کے دیکھے تو سرِ بزم نمایاں کوئی

میرے صیاد کو بادصفِ اسیری ہے یہ خوف
میں قفس میں بھی بنا لوں نہ گلستاں کوئی

بیکسی پر بھی مرا حوصلۂ دل دیکھے
پھیر تو دے مری جانب رُخِ طوفاں کوئی

ہم سنبھلنے بھی نہ پائے تھے سرِ محفلِ ناز
لوٹ کے لے گیا سرمایۂ ایماں کوئی

شمع فانوس میں ہے نور سے روشن ہے جہاں
لاکھ پردوں میں بھی رہ کر ہے نمایاں کوئی

بادۂ عشق سے پرہیز! ستم ہے زاہد
بے پیئے بھی کہیں ہوتا ہے مسلماں کوئی

اس قدر یاد ہے بس عشق کی روداد حیاتؔ
جیسے دیکھا تھا کبھی خواب پریشاں کوئی

انوار احمد نظامی

سرپرست و رفقاء ادارہ کا اجمالی تعارف

نوٹ۔ ویسے تو ہر سنی ہمارے ادارہ کا رفیق و معاون ہے اور ہم اس کے ایک ادنیٰ خادم لیکن سرورق جن ناموں کا اعلان ہوتا ہے آج چند سطروں میں ہم ان کے علمی وقار اور مذہبی جذبات کی طرف ایک سرسری اشارہ کرتے ہیں، انشاء اللہ تعالےٰ ہم آئندہ کسی صحبت میں اس اجمال کی تفصیل بھی پیش کریں گے۔

——— انوار احمد نظامی

(۱) آقائے نعمت حضور مجاہد ملت! یہ دنیا سنیت کی وہ عظیم ترین ہستی ہے جو اپنے تعارف میں ہماری زبان و قلم کے محتاج نہیں۔ ع۔ آفتاب آمد دلیل آفتاب

دھام نگر ضلع بالیسر صوبہ اڑیسہ کا ایک مردم خیز علاقہ ہے، آپ وہیں کے رئیس اعظم ہیں، گہوارۂ دولت میں پلے لیکن ازل ہی میں درویشی مقدر ہو چکی تھی، چنانچہ مزاج کی فقیری ریاست پر غالب رہی۔

آپ علم کے دریا ہیں اور زہد و تقویٰ کے پہاڑ، دن کے مجاہد اور عابد شب زندہ دار۔ آپ کے سیکڑوں تلامذہ ملک و بیرون ملک میں مذہبی خدمات انجام دے رہے ہیں۔ آپ نے عیسائی، قادیانی، غیر مقلد، وہابی، دیوبندی ہر ایک سے متعدد بار مناظرہ فرمایا ہے اور ہر ایک باطل پرست کو شکست فاش دی۔ آپ آل انڈیا تبلیغ سیرت کے صدر عالی وقار ہیں؛ دارالعلوم جامعہ حبیبیہ و ماہنامہ پاسبان کے سرپرست؛ پچھلے برسوں میں آپ نے پندرہ مہینے کی جیل کی مشقت بھی اٹھائی مگر پائے استقلال میں ڈگمگاہٹ نہ آئی۔ آپ نے دین و مذہب کی خاطر یہ کہکر ریاست کی ریاست لٹا دی ع

رنگ لائے گی ہماری فاقہ مستی ایک دن

آپ کے ہزارہا مریدین و متوسلین گوشہ گوشہ میں پھیلے ہوئے ہیں۔

(۲) پیر طریقت! مولانا سید عبدالحق صاحب آپ کا وطن مالوف گجہڑا ضلع اعظم گڈھ ہے، دارالعلوم اشرفیہ مبارکپور سے فارغ التحصیل ہیں، تقریباً پندرہ برس سے آپ دھوراجی، کاٹھیاوار میں اہل سنت کا ڈنکا بجا رہے ہیں۔ بمبئی، اودے پور، احمد آباد، کوٹہ، بستی وغیرہ میں آپ کے ہزاروں مریدین ہیں، خواجہ غریب نواز سے آپ کو والہانہ عقیدت ہے۔ امسال یکم اپریل کو سفر حج کے لئے روانہ ہوئے اس سے پہلے بھی زیارت حرمین سے مشرف ہو چکے ہیں۔ آپ اولاد غوث ہیں اور حضور مفتی اعظم ہند، حضور مجاہد ملت اور حضور حافظ ملت کے چہیتے ہیں۔ ساتویں رجب کو آپ کی قیام گاہ سے بڑے تزک و احتشام سے چادر اٹھتی ہے اور سرکار اجمیر کے مزار پرانوار پر چڑھائی جاتی ہے۔

(۳) سیٹھ عبدالقیوم! آپ کو علماء اہلسنت بالخصوص حضرت مجاہد ملت سے بے پناہ عقیدت ہے۔ اپنے پیر و مرشد و دادا پیر کا عرس ہر سال بڑے دھوم دھام اور اہتمام سے کرتے ہیں۔ ہر سال سلطان الہند سرکار اجمیر کے آستانۂ عالیہ پر حاضری کا شرف حاصل کرتے ہیں۔ مدارس اہلسنت کے جتنے بھی سفراء رمضان شریف میں جاتے ہیں ان کی خاطر خواہ خدمت کی جاتی ہے۔ آپ ایک کٹر سنی صحیح العقیدہ مسلمان ہیں اور اپنے دل میں خدمت دین کی سچی تڑپ رکھتے ہیں، ہوڑہ آپ کا وطن ہے اور دھنباد میں آپ کا کارخانہ ہے۔

(۴) سحبان الہند! مولانا ابوالوفا صاحب فصیحی خاندان فصیحی کے چشم و چراغ ہیں، وطن مالوف غازی پور ہے۔ انوار ساطعہ جو مختلف فیہ مسائل پر مولانا عبدالسمیع رامپوری علیہ الرحمہ کی معرکۃ الآراء تصنیف ہے اس پر آپ کے آبا و اجداد کی تقریظات ہیں۔

پورے ملک میں آپ کے خطابت کی دھوم ہے صوبہ بہار کے متعدد علاقوں میں آپ کے ہزاروں مریدین ہیں پچھلے برسوں آپ نے

کو اتحد ضلع آرہ میں ایک معرکۃ الآراء مناظرہ بھی کیا ہے جس میں دیوبندیوں کو اپنے منھ کی کھانی پڑی۔ آپ کی تصانیف میں ثواب دو ضربۂ حق کو بڑی شہرت حاصل ہے۔ آپ پوری دنیائے سنیت کے ایک ممتاز و مرمایۂ افتخار مقرر ہیں۔ آپ آل انڈیا مسلم متحدہ محاذ اور آل انڈیا تبلیغ سیرت کے نائب صدر ہیں۔

(۵) ساحر البیان ! مولانا سید شاہ اسرار الحق صاحب

آپ آل انڈیا مسلم متحدہ محاذ و آل انڈیا سیرت کیٹی کوٹہ کے صدر اعظم ہیں۔ آپ کا وطن مالوف شاہجہاں پور ہے۔ اس وقت آپ کا ہیڈ کوارٹر کوٹہ راجستھان ہے۔ آپ مولانا مشتاق احمد صاحب کانپوری رحمۃ اللہ علیہ کے عزیز خاص ہیں، سنی اوقاف کانفرنس دہلی آپ ہی کے مساعی جمیلہ کی رہین کرم ہے۔ فساد جبلپور کے موقع پر آپ نے گرفتار ہو کر مردانہ وار کام کیا ہے۔ آپ اس وقت دو آل انڈیا جماعتوں کے صدارتی فرائض انجام دے رہے ہیں۔ آپ کی شان خطابت پر پورا ملک فریفتہ ہے۔ ملکی سیاست پر آپ کی گہری نظر ہے۔ مسلمانوں کے اتحاد و تنظیم کی خاطر ہر کٹھن راہ سے گزرتے ہیں۔ فروغ سنیت کے لئے ہمیشہ بے چین رہتے ہیں، آپ اونچے خاندان کے باوقار فرد ہیں اور ہزاروں مریدین آپ کے دامن سے وابستہ ہیں۔ سیاسی سوجھ بوجھ میں آپ اپنی مثال ہیں۔ یہ ایک حقیقت ہے کہ آپ نے پوری دنیائے سنیت میں ایک نئی زندگی پیدا کر دی۔

(۶) فخر ملت ! مولانا سید مظفر حسین صاحب کچھوچھوی

ممبر آف پارلیمنٹ، آپ گلستان اشرفی کے شاداب پھول ہیں انتہائی بے باک وندر مقرر، شعلہ بیان و آتش بار خطیب، آل انڈیا مسلم متحدہ محاذ و آل انڈیا تبلیغ سیرت کے جنرل سکریٹری، آپ کی تقریر بادل کی گھن گرج سے زیادہ زوردار اور آپ کی سیاسی بصیرت شعاع آفتاب سے زیادہ تیز۔ پچھلے الیکشن میں آپ کی شاندار کامیابی آپ کی ہر دلعزیزی پر غماز ہے اور مسلمانوں کے معتمد علیہ ہونے کی روشن دلیل۔

آپ اور آپ کے خاندان کے دینی و روحانی احسانات سے پوری دنیائے سنیت دبی ہوئی ہے۔ ملک کے گوشہ گوشہ میں آپ کے مریدین پھیلے ہوئے ہیں۔ ہماری ٹریننگ کانفرنس آپ کی ... کی مرہون منت ہیں، آپ بلند حوصلہ، عالی ہمت ... ایک سرفروش مجاہد ہیں۔

(۷) سراج ملت ! مولانا الحاج شاہ ...

سجادہ نشین بیت الانوار گیا، سلسلہ قادریہ کے شیخ طریقت ... استاذ الکل حضرت مولانا عبد العزیز صاحب قبلہ کے ... عارف باللہ مولانا شاہ معین الحق صاحب قادری کے ولیعہد ... بہار کی معیاری درسگاہ معین العلوم کے ناظم اعلیٰ ہیں۔ ... کو شریعت و طریقت کا سنگم کہا جاتا ہے۔ بنگال، صوبہ بہار ... وسیع علاقوں تک آپ کے فیضان کرم کی بارش ہے۔ آپ ایک ... اور مجاہد قسم کے درویش ہیں۔ ایسے پہاڑی علاقے جہاں ... میسر نہیں وہاں آپ کے جاں نثار مریدین کا جال بچھا ہوا ہے ... میں مسلک اہلسنت کی ترویج و اشاعت کا صحیح درد اور ... عقائد باطلہ کے رد و ابطال میں پیش پیش رہتے ہیں۔ ... اور سرکار غوثیت مآب کے فریفتہ ہیں۔ بامروت، خلیق ... کی زندہ تصویر ہیں۔

(۸) رئیس التحریر ! صوفی سید ابو الفرح صاحب ...

ادارۂ پاسبان کے دیرینہ قلمکار و تاریخ نگار ہیں۔ آپ کی تحریر زبان و ادب کی چاشنی اور مزاح و ظرافت کا چٹخارہ ہوتا ہے۔

تحریر انتہائی سلیس و پرتاثیر ہوتی ہے۔ سچی تحریر ... کا پتہ دیتی ہے۔ اسلامیات پر اچھی نگاہ ہے اور دین کا گہرا مطالعہ ... قلمی کاوش کے پس منظر میں سنیت کی تائید و حمایت ہے۔ وہ ایک پُر وقار، شریف، ذی علم اور مخلص انسان ہیں۔

(۹) ادیب عصر ! پروفیسر سید علی حیدر صاحب ...

اب سے پہلے مظفرپور میں پروفیسر تھے اور اس وقت ادارۂ ... سربراہی ان کے ذمہ ہے، آزاد ماحول میں پڑھنے اور پڑھانے کے باوجود دین و مذہب سے گہری وابستگی، للہیت و راستبازی کا پتہ دیتی ہے نہ صرف اسلامیات پر انھیں دست گاہ کامل حاصل ہے بلکہ اسلام کے مختلف فرقوں کا انھوں نے گہرا مطالعہ کیا ہے اسی کا اثر ہے کہ

انتہائی کاوش کے بعد سمجھ بوجھ کر وہ مسلک اہلسنت کے پابند ہیں۔ ان کے قلم میں پختگی ہے اور زبان میں گہرائی —— ان کی متعدد تصانیف ہیں جن میں نقد و نظر کو بڑی شہرت حاصل ہے۔

(۱۰) مفتی مبارکپور! مولانا عبدالمنان مفتی دار العلوم اشرفیہ مبارکپور حافظ ملت کی درس گاہ کے تربیت یافتہ ہیں، کچھ دنوں گورکھپور میں مدرس رہے اور وہیں سے ایک رسالہ کا اجرا بھی کیا۔ اس کے بعد دار العلوم علیمیہ نشی پور میں تدریسی خدمات انجام دیتے رہے اور اب برسوں سے دار العلوم اشرفیہ میں مدرس اور منصب افتار پر فائز ہیں۔ آپ اونچے مدرس ہونے کے علاوہ بلند پایہ مقرر بھی ہیں۔ آپ کی تقریر علمی معلومات سے لبریز ہوتی ہے۔ آپ کی تحریر سلاست و ادبیت کی آئینہ دار ہے۔ آپ کو درس عالیہ و درس نظامیہ دونوں سے سند فراغت ہے۔

آپ بیک وقت مفتی، مدرس، مقرر، مناظر اور مصنف ہو کر جامع کمالات ہیں۔

(۱۱) محبوب ملت! مولانا الحاج ارشد القادری فاضل جمشید پور حضرت حافظ ملت کے چہیتے ارشد تلامذہ سے ہیں۔ وہ کام کی ایک مشین ہیں، انتہائی زیرک، دانا، ذکی و فہیم ہیں۔

ایک کامیاب مناظر اور مقبول عام مقرر ہیں، انداز تحریر میں گہرائی کے باوجود بڑی شگفتگی ہے۔ مسلک اہلسنت کی ترویج و اشاعت کے سچے دیوانے ہیں۔ انھوں نے اپنے ماضی میں ایک تابناک تاریخ چھوڑی ہے۔ ٹاٹا نگر کا معرکۃ الآرا مناظرہ اور فیض العلوم کی فلک بوس عمارت ان کی انمٹ یادگار ہے۔ وہ کام کے دھنی اور دین کے جاں باز سپاہی ہیں، ان میں دل جیتنے کی ہزار ہا ادائیں ہیں اور ان کے سینے میں دین پر مر مٹنے کی بے شمار تمنائیں ہیں۔ وہ اپنوں کے لئے رحمتوں کی بارش اور باطل پرستوں کے لئے زہر ہلاہل ہیں۔ وہ پوری دنیائے سنیت کی آرزو اور حافظ ملت، مفتی اعظم، اور مجاہد ملت کی دعاؤں کی چلتی پھرتی تصویر ہیں۔

(۱۲) شہزادہ اشرفی! مولانا سید اظہار اشرف ولیعہد آستانہ سرکار کلاں کچھوچھہ مقدسہ، آپ اولاد غوث الاعظم ہیں، اور خانوادۂ اشرفی کے روشن چراغ، آپ کو دار العلوم اشرفیہ مبارکپور سے سند فراغت ہے، حسن سیرت کے ساتھ حسن صورت میں تو خود اپنی مثال ہیں۔ اب سے پہلے جامعہ نعیمیہ مراد آباد میں اعزازی مدرس تھے، ہند و پاک میں لاکھوں مریدین آپ کے دامن سے وابستہ ہیں۔ آپ کی تقریر عشق رسول اور عظمت اولیاء سے بھرپور ہوتی ہے۔ انتہائی کامیاب اور اونچے مقرر ہیں، آپ کے چہرے مہرے سے سیادت کا رعب و داب ٹپکتا ہے اور پیشانی سے عرفان و معرفت کی شعاعیں پھوٹتی ہیں، بس ایک تصویر ہے جسے دیکھتے رہئے۔

(۱۳) فاضل بہاری! مولانا محمد میاں کامل جن کا تعارف نجد سے سہارنپور تک ہے۔ دار العلوم شاہ عالم احمد آباد کے فارغ التحصیل ہیں۔ اب سے پہلے وہ گجرات میں خطیب و مدرس تھے اور اس وقت صوبہ بہار کی قدیم درسگاہ مدرسہ خیریہ کے مدرس اور نائب مہتمم ہیں۔

مولانا فرخند علی صاحب رحمۃ اللہ تعالے علیہ جو اپنے زمانے کے جید عالم تھے جن کی المنطق یا تسہیل المنطق بڑی شہرت یافتہ تصنیف ہے آپ انھیں کے خلف رشید ہیں۔

مزاج شاعرانہ ہے، غزلیں اور نعتیں اچھی و معیاری کہتے ہیں، پڑھنے کا انداز بھی پیارا ہے، زبان و قلم میں بڑی سنجیدہ و حسین ظرافت ہے، جس کا شباب 'نجد سے سہارنپور تک' میں نظر آتا ہے۔

آپ کامل ہی نہیں اتنے اکمل کہ جس کو بہ گمان خویش ہادی عالم ہونے کا دعویٰ ہو' وہ بھی ان کے سامنے طفل مکتب نظر آتا ہے۔ آپ بیک وقت مدرس، مناظر، شاعر اور ایک کامیاب صاحب قلم ہیں۔

(۱۴) محمد ابوذر ایم اے! آپ کا وطن مالوف ضلع مونگیر ہے۔ مدرسہ سبحانیہ سے درس نظامی کے فارغ التحصیل ہیں۔ درس عالیہ سے منشی، کامل، عالم ہیں اور الہ آباد یونیورسٹی سے ایم۔ اے عربی ہیں۔ آپ اسوقت مدرسہ عالیہ رامپور میں شعبہ فارسی کے صدر الصدور ہیں۔ آپ کے والد ماجد مولانا عبد الجبار علیہ الرحمہ مدرسہ حمیدیہ میں منصب افتار پر فائز تھے اور آپ کے خالو مولانا محمد نعیم الدین صاحب مدرسہ سبحانیہ الہ آباد میں صدر مدرس اور جامع مسجد الہ آباد کے امام رہے۔ آپ زبان و قلم دونوں کے بادشاہ ہیں اور علمی گھرانے کے روشن چراغ۔

(۱۵) عندلیب گلشن رسالت ! حضرت راز الہ آبادی

وقت کے ایک ممتاز اور کامیاب شاعر ہیں۔ نعت گوئی سے شعر کا آغاز ہوا، اسی کی برکت ہے کہ آج ہمارے مشاعرے میں بھی ان کی غزل ماحصل مشاعرہ بن جاتی ہے۔

خوب کہتے ہیں اور خوب پڑھتے ہیں۔ عارف باللہ شاہ شفاء الصمد علیہ الرحمہ والرضوان اور جانشین داغ حضرت نوح ناروی مرحوم سے انہیں شرف تلمذ ہے۔ مزاج میں بے پناہ خودداری ہے شاعرانہ رکھ رکھاؤ اور وضعداری کے بڑی شدت سے پابند ہیں۔ ملک کے مشاعرے اور مذہبی اسٹیج ان کی نواسنجیوں سے مسحور ہو چکے ہیں۔ آپ کے کلام کا ایک مجموعہ اشک ندامت کے نام مکتبہ پاسبان کے زیر اہتمام شائع ہو چکا ہے اور دوسرا دیر وحرم خود ان کے اہتمام سے شائع ہوا۔

(۱۶) شاعر اسلام ! حضرت قمر سلیمانی کانپوری پختہ مشق اور کامیاب شاعر ہیں۔ ان کے صلوٰۃ وسلام نے ملک میں دھوم مچا رکھی ہے۔ آپ مشاعروں میں کم جاتے ہیں، مذہبی اجلاس ان کے مزاج سے زیادہ قریب ہیں، اولیاء اللہ سے حسن عقیدت اور مزارات کی حاضری ان کے معمولات میں داخل ہے۔ ان کا شعر فنی غلطیوں سے پاک ہے، نعت وغزل دونوں کہتے ہیں۔

غالباً اپنے بھائی استاذ الشعراء شارق صاحب ایرایانی سے اصلاح لیا کرتے تھے۔ آپ کے کلام کے کئی ایک منتخبات چند ناموں سے شائع ہو چکے ہیں۔

(۱۷) حسان الہند ! حضرت بیکل بلرامپوری

آپ اُردو اور ہندی میں یکساں طور پر کہہ لیتے ہیں، آپ کو جو مقبولیت اُردو میں ہے وہی ہندی میں بھی، ان کے بعض ہندی گیت بہت زیادہ مقبول ہیں، آپ ملک کے مانے ہوئے شاعر ہیں استاذ الشعرا حضرت عارف عباسی سے آپ نے کچھ دنوں اصلاح لی۔ حضرت جگر مرادآبادی سے بھی آپ کو تعلق رہا۔ آپ ملک کے مقبول عام شاعر ہیں۔

استاذ العلماء حضرت مولانا حافظ عبدالعزیز صاحب قبلہ سے آپ کو شرف بیعت ہے۔ مزاج میں سنجیدگی اور متانت ہے خوبصورت بھی ہیں اور خوب سیرت بھی، پڑھنے کا انداز بہت ہی پیارا ہے۔

(۱۸) شاعر لغت ! حضرت اجمل سلطانپوری۔

آپ نعت وغزل دونوں کہتے ہیں اور دونوں میں عشق ومحبت کی بھرپور چاشنی ہوتی ہے۔ کلام میں کاوش ہوتی ہے اور نئی راہ پیدا کرنے کی کوشش، آواز میں سوز وگداز ہے اسلامی اسٹیج پر ان کی کافی مانگ ہے۔ مزاج میں سادگی اور مروت ہے۔

عشق ان کا اوڑھنا بچھونا ہے۔

نوٹ ۔ پاسبان کے سرورق پر انہیں حضرات کا نام نامی ہوتا ہے، جو پوری دنیائے سنیت کی کائنات ہیں جن کے زبان وقلم سے ملک میں دھوم مچا رکھی ہے اگر ان کے تفصیلی حالات قلمبند کئے جائیں تو دفتر کا دفتر تیار ہو جائے۔ اب اگر ان تصویروں میں کسی کو عیب نظر آتا ہے تو وہ اس آئینہ میں اپنی تصویر دیکھتا ہے۔

بقیہ آہ! بزم حبیب کی شمع فروزاں بجھ گئی صفحہ ۲۴ سے آگے

محل بہت ہی کمزور ہو گیا۔

اے امیر کارواں۔! تیرے اٹھ جانے سے صدائے جرس جاتی رہی اور قافلہ منتشر ہو گیا!

اے ناخدائے سفینہ! ہم تلاطم ومنجدھار میں ہیں مگر تجھ کو نیند آگئی، ہماری کشتی ہچکولے کھا رہی ہے مگر ساحل کا پتہ نہیں، ہم ایک گم کردہ منزل ہیں اور بھٹکے ہوئے مسافر!

اے آغوش رحمت میں سونے والے! یہ آنسوؤں کے چند بکھرے ہوئے موتی ہیں جس کو ہم تیری قبر پر چڑھانے آئے ہیں، اتنا ہوش کہاں کہ ہم اس کی لڑی بنا سکیں، بس اس کو تو قبول کرلے اور اس کی بارگاہ میں ہم سب کے لئے دعا کر دے۔

جہاں تمنائیں بڑھتی ہیں اور آرزو میں بھی پھولتی ہیں خداوندا! تو مرحوم کی بال بال مغفرت فرما اور کروٹ کروٹ جنت، پسماندگان کو صبر جمیل کی توفیق، اور ہم سب کو صبر وشکیب کی متاع عزیز، بجاہ سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم۔

مکتبہ پاسبان کے دُرِ نایاب تحفے

نظام شریعت
مجلد مع ڈسٹ کور قیمت 3/-/-

اسلام اور کمیونزم
کیا اسلام اور کمیونزم انسان واحد میں جمع ہو سکتا ہے؟ ــــــ قیمت -/6/-

اسلامی زندگی
جس میں پیدائش سے لیکر مرنے تک کی تمام مروجہ رسومات کی برائیاں بتا کر ان کی اصلاح کی گئی ہے قیمت 1/-/-

کربلا کا مسافر
خلافت معاویہ و یزید نامی کتاب کا رد۔ قیمت 2/-/-

سوانح کربلا
شہدائے کربلا رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے صحیح واقعات۔ قیمت 1/8/-

جاء الحق وزهق الباطل
مفتی احمد یار خاں صاحب کی بہترین کتاب جسمیں وہابیوں اور دیوبندیوں کے عیارانہ اعتراضات کو قرآن و سنت فقہ اور ان کی کتابوں ہی سے جوابات دیئے گئے ہیں۔ حصہ اول مجلد 5/8/- حصہ دوم مجلد 4/-/-

بشیر القاری
بخاری شریف کی شرح خصوصاً طلباء کے لئے بہت ہی عمدہ کتاب ہے ــــ قیمت 6/8/-

داستان مجاھد
ــــــ قیمت 4/8/-

نسیم رحمت
ــ (تین حصے مکمل) ــ قیمت 1/1/6

فردوس ادب
ــ (چار حصے مکمل) ــ قیمت 1/5/6

مکاتب اسلامیہ کے بچوں کا نصاب

حدیقۂ مظاہر حق
مولانا قیس محمد خاں صاحب بی۔ اے علیگ کی مستند و مدلل تصنیف جو مختلف فیہ مسائل پر نئے انداز کی بالکل نئی کتاب ہے، مصنف نے قرآن و سنت کی روشنی میں سنی مسلک کی تائید و حمایت کی ہے اور بہت لطیف پیرائے میں فرقۂ باطلہ کی تردید، عام کتابی سائز صفحات ۱۶۰۔ ٹائیٹل پیج بہت ہی عمدہ اور جاذب نظر ہے۔ ــــ قیمت 1/8/-

قانون شریعت
ــ حصہ اول و دوم 2/-/-

دیار حرم
ــ جناب اجمل سلطانپوری اور شمس الہ آبادی کے نعتوں کا مجموعہ ــــ قیمت -/8/-

احساس وفا
جناب طاہر حسین صاحب وفا اجھوی کا غزلوں کا مجموعہ ــــ قیمت -/12/-

بہار شریعت
ــ (گیارہ حصے)

اول -/12/- دوم 1/4/- سوم 2/-/- چہارم 2/-/-
پنجم 2/-/- ششم 2/-/- ہفتم 1/2/- ہشتم 2/-/-
نہم 2/-/- دہم 1/4/- سیزدہم 2/4/-

احکام شریعت
ــ مکمل ۳ حصے قیمت 3/-/-

نماز
ــــــ -/8/-

خون کے آنسو
ــــ اول 3/-/- دوم 2/8/-

(نوٹ) اس کے علاوہ جن کتابوں کی آپ کو ضرورت ہو ہم سے طلب کریں۔

پتہ ــــ
مکتبہ پاسبان الہ آباد۔ نمبر ۳

معائنہ

حضرت علامہ مدنی میاں صاحب مدظلہ، سجادہ نشین محدث اعظم قدس سرہ کچھوچھہ شریف ضلع فیض آباد

مرکزی دارالعلوم اہلسنت غوثیہ صوبہ میسور شہر ہبلی محلہ بنجار گلی ضلع دھارواڑ میرے لئے پہلے بھی کوئی غیر معروف ادارہ نہ تھا مجھے اس کا ادراک بے مشاہدہ پہلے ہی سے حاصل تھا اور میں سوچا کرتا تھا کہ صوبہ میسور کے اس عظیم الشان ادارہ کی کتنی عالیشان عمارت ہوگی سیکڑوں لڑکے مصروف تعلیم ہوں گے اراکین اور اہل شہر اس کی ترقی میں دن رات کوشاں ہوں گے۔ میرا یہ عظیم تصور صرف اس بنیاد پر تھا کہ اس ادارہ کا بانی مبانی اور سرپرست دنیائے اسلام کا وہ رہنما تھا جو آسمان علم وہدایت پر محدث اعظم بن کر درخشاں وتاباں رہا اور جس کی ضیا باریاں آج بھی خاک کے ماہ میں کہکشاں کا جمال پیدا کر رہی ہیں، اس تصور کی دوسری کڑی یہ بھی تھی کہ مجھے یہ علم تھا کہ حضرت علامہ تقی الدین صاحب مدظلہ کی ذات گرامی اس ادارے کی روح رواں ہے اور یہ بھی معلوم تھا کہ یہاں کی مجلس منتظمہ ان لوگوں پر مشتمل ہے جنھیں اپنے دین ومذہب سے غایت درجہ محبت ہے اور وہ ساری انسانیت کی بھلائی چاہتے ہیں۔ اتنی معلومات رکھنے کے بعد ہر کوئی اس ادارہ کے متعلق وہی سوچ سکتا ہے جو میں نے سوچا تھا۔ یہ تو اسوقت کی باتیں ہیں جبکہ میں نے بچشم خود اس کو دیکھا نہ تھا۔

لیکن ہبلی کے سالانہ سہ روزہ اجلاس کے سلسلہ میں جب مجھے حضرت سید العلماء حجۃ ملت مولانا سید آل مصطفیٰ صاحب قبلہ کے ساتھ اراکین مدرسہ ہذا نے مدعو کیا تو مجھے اس کی زیارت بھی حاصل ہوگئی اور میرا ادراک بے مشاہدہ ادراک بامشاہدہ کی منزل میں آ گیا۔ اراکین کی علم دوستی اور ان کی مدرسے محبت، طلباء کی کثرت اور ان کی تعلیم وتربیت کی اطمینان بخش حالت اور علامہ تقی الدین صاحب کی پرخلوص متحرک شخصیت مجھے یہ ساری چیزیں ملیں اور میری طبیعت باغ باغ ہوگئی، لیکن اس کا افسوس ضرور رہا کہ میں نے اس کی عمارت کے بارے میں جو تصور قائم کیا تھا اسمیں خاصا انقلاب رونما ہوگیا۔ اس مدرسہ میں سب کچھ ہے لیکن ابھی اس کی عمارت اس کے شایان شان نہیں! لہذا تمام مسلمانوں کا پہلا فریضہ یہ ہے کہ تعمیری پروگرام میں پوری دلچسپی سے کام لیں اور ہر طرح کی اعانت فرما کر اراکین مدرسہ کا ہاتھ بٹائیں جب یہ حقیقت ہے کہ تبلیغ اہلسنت اور خدمت افتاء کے لئے دارالعلوم اہلسنت غوثیہ صوبہ میسور میں واحد دارالعلوم ہے تو اس بات کو بھی حقیقت بنانی ہے کہ ادارہ کی عمارت واحد عمارتوں میں سے ہو جب تک عمارت وسیع نہ ہوگی تعلیمی سہولتیں میسر نہ ہوں گی۔ لہٰذا میری درخواست ہے کہ تمام مسلمان اس مذہبی باغ کو سرسبز وشاداب رکھیں جس کا پھل انھیں آخرت میں ملنے والا ہے، چند روزہ زندگی کے لئے آخرت سے بےخبر رہنا غیر دانشمندانہ فعل ہے، آج ہر مسلمان بلکہ ہر انسان اپنے سکون واطمینان اور راحت وآرام کیلئے سرگرداں پریشان ہے کاش کہ وہ اس حقیقت کو سمجھ لیتا کہ مصیبتوں کے سیلاب آخر ہم پر کیوں امڈے آتے ہیں۔

ہرگز ہرگز کوئی اسوقت تک بھلائی کو نہیں پہونچ سکتا جب تک حصول علم دین، دینی ترویج واشاعت اور مدارس دینیہ کی بقا میں اپنی محبوب ترین چیزیں خرچ نہ کر دی جائیں۔

دارالعلوم اہلسنت غوثیہ کی یہ بڑی خوش قسمتی ہے کہ اس کو مفتی اعظم ہند بریلی شریف حضرت برہان الملت جبل پور اور حضرت سید العلماء مارہرہ شریف دامت برکاتہم العالیہ دام ظلہم کی عظیم شخصیتیں سرپرستی کے لئے اس پرفتن دور میں مل گئیں۔

جب کہ اس کا بانی مبانی اہلسنت والجماعت کا جلیل القدر رہنما اور اہل اسلام کا محدث اعظم قدس سرہ اپنا لعم البدل چھوڑے بغیر اس لہلہاتے چمن کو خزاں کی آغوش میں چھوڑ کر بارگاہ قدس میں جا پہنچا۔ لیکن اس کا یہ مطلب نہیں کہ مالی کی چشم پوشی سے چمن نذر خزاں ہو جائے بلکہ آج بھی ان کی روحانیت ہمارے سروں پر جلوہ گستر ہے۔

سرپرستوں کی فہرست میں مجھ جیسا نااہل وہیچمداں کا نام بھی لکھ دیا گیا حالانکہ میں تو اس دارالعلوم کا خادم تھا اور آج بھی اپنے کو خادم ہی سمجھتا ہوں، اس کی خدمت ہی میرے لئے سرمایۂ افتخار ہے۔

آخر میں دعا کرتا ہوں کہ خداوند ملک بادشاہا اپنے حبیب کے طفیل میں اس دارالعلوم کو روز بروز ترقی عطا فرما کر اس کے اراکین واساتذہ اور معاونین کے پرخلوص جذبات کو قبول فرمائے اور تمام مسلمانوں کے دلوں کو اس کی طرف پھیر دے تاکہ اس کی خدمت سے غافل نہ رہیں اور دامے درمے قدمے سخنے ہر طرح کی اعانت ہمیشہ کرتے رہیں آمین بجاہ سید المرسلین

فقیر حضرت رب غنی محمد مدنی اشرفی غفرلہٗ کچھوچھہ شریف ضلع فیض آباد یوپی

ہماری خبریں

شاخہائے آل انڈیا تبلیغ سیرت اڑیسہ کا کامیاب تبلیغی دورہ

مجاہد ملت حضرت مولانا الحاج محمد حبیب الرحمن صاحب صدر آل انڈیا تبلیغ سیرت کی زیر سرپرستی ۱۸ مارچ سے ۳۰ مارچ تک درج ذیل مقامات پر تبلیغ سیرت کٹک کے زیر اہتمام عظیم الشان اصلاحی و تبلیغی اجلاس منعقد ہوئے۔

بالیسر، کورائی، جاج پور، کندرہ پاڑہ، بہراج پور، بالو میسی، معصوم پور، کائی پدر شریف۔ ضلع پوری، کٹک، دھام نگر شریف ہر اجلاس اپنی نوعیت سے بہت ہی کامیاب رہا۔ کائی پدر شریف، کٹک، معصوم پور، دھام نگر شریف کے جلسے امید سے زیادہ کامیاب رہے، مجاہد ملت نے تقریباً اکثر پروگرام میں شرکت فرمائی۔ حضرت کے علاوہ مولانا نعمت اللہ صاحب غازی پوری، مولوی عبد التواب صاحب رائے بریلوی، مولوی عبد اللہ صاحب مظفر پوری ہر پروگرام میں شریک رہے، اس وقت ضلع کٹک، بالیسر، پوری وغیرہ کے اکثر مقامات تبلیغ سیرت زندہ باد کے نعروں سے گونج رہے ہیں۔

مقررین نے روزہ، نماز، حج، زکوٰۃ کے مسائل کے علاوہ مسلم مراسم کے اصلاح پر بہت زور دیا مثلاً شادی کے موقع پر جہیز کی فرمائش کرنا وغیرہ وغیرہ اس کی مذمت کی گئی اور شریعت مطہرہ کا لائحہ عمل پیش کیا گیا۔ جس سے صوبہ اڑیسہ کے عام حلقوں پر بڑا ہی خوشگوار اثر پڑا، مولانا نعمت اللہ غازی پوری اس کوشش میں ہیں کہ قریبی دنوں میں اڑیسہ تبلیغ سیرت کی طرف سے صوبائی کانفرنس طلب کی جائے۔

اراکین شاخہائے تبلیغ سیرت کٹک، اڑیسہ

روداد عرس

حسب اعلان ۲ و ۳ مارچ کو سالانہ عرس کی تقریب منائی گئی۔ مجاہد ملت مولانا محمد حبیب الرحمن صاحب، مولانا مشتاق احمد صاحب نظامی، حضرت راز الہ آبادی، مولوی حاجی محمد امین صاحب، قاری ملا مجیب الرحمن صاحب، مولوی تاج الدین صاحب حافظ سلیمان صاحب، حافظ مرتضیٰ حسین صاحب اور دیگر مقامی معززین نے شرکت فرمائی۔

۲ مارچ کو اجلاس ہوا اور ۳ مارچ کو تقسیم تبرک اور مہمانوں کو کھانا کھلایا گیا۔

شمس الدین شیب پور، ہوڑہ

رسم قرآن خوانی

مولانا الحاج محمد نعیم اللہ خاں مرحوم کے انتقال پر ملال کی خبر پاکر قرآن خوانی کی رسم ادا کی گئی، اور ان کے لئے مغفرت و بلندی درجات کی دعا کی گئی، مرحوم کے بچوں کے نام تعزیتی پیغام بھیجدیا گیا۔

محمد عبد القیوم شیب پور، ہوڑہ

برن پور

بذریعہ اخبار سیاست جدید کانپور مولانا الحاج نعیم اللہ خاں صاحب مرحوم ناظم جامعہ حبیبیہ الہ آباد کی انتقال کی خبر معلوم ہوئی بیحد صدمہ ہوا۔ مدرسہ میں قرآن خوانی و تبرک کے ساتھ ایصال ثواب کیا گیا نیز دعا کی گئی کہ اللہ تعالیٰ پسماندگان کو صبر جمیل عطا فرمائے اور مسلمانوں کو نعم البدل مہیا فرمائے نیز آج بعد نماز جمعہ جامع مسجد برنپور میں بھی مرحوم مغفور کے لئے دعائے مغفرت کی گئی۔

اراکین مدرسہ اہلسنت جامع العلوم برن پور
ضلع بردوان

کوریخ

موت العالِم موت العالَم

حضرت علامہ الحاج مولانا نعیم اللہ خاں صاحب مرحوم کے انتقال سے سینوں کے قلوب کو جو صدمہ پہنچا ہے اس کی تلافی مستقبل قریب میں ناممکن ہے۔ خداوند قدوس بطفیل حبیب مکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حضرت مولانا کو اپنی رحمت بے پایاں سے نوازے اور متعلقین و احباب اہل سنت کو صبر جمیل عطا فرمائے۔ آمین۔

مدرسہ گلزار اسلام کی جانب سے ایصال ثواب کیا گیا۔

حافظ محمد علی امام جامع مسجد، محمد صادق خادم سنی جمعیۃ العلماء کوریخ

چھپرہ یہ دردناک خبر سنتے ہی پاؤں تلے سے زمین نکل گئی کہ ۴ ذیقعدہ ۱۳۸۲ھ کو اسد السنۃ حضرت مولانا الحاج محمد نعیم اللہ خاں صاحب ناظم جامعہ حبیبیہ الہ آباد کا وصال ہوگیا۔ اللہ تعالےٰ مولانا الحاج رحمۃ اللہ علیہ کو اپنے محبوب کے صدقے میں جنت میں اعلیٰ ترین مقام عنایت فرمائے اور ان کے تمام متعلقین کو سکون کامل۔ آمین ثم آمین۔

سکن درد والم سوز حسین خاں نظیر القادری
موضع ڈمری (سارن)

چھپرہ کل چار بجے شام کو ایک کارڈ ملا جس میں ایک طرف جناب مولوی سید مقبول حسین صاحب اور دوسری طرف جناب مولوی خلیل احمد صاحب کی تحریر تھی اس میں تم مکرم حضرت مولانا الحاج صاحب مرحوم مغفور کے انتقال پر ملال کی خبر پڑھ کر بیحد صدمہ ہوا۔ مولیٰ عزوجل اپنی مغفرت سے نوازے اور جنت الفردوس میں جگہ عنایت فرمائے اور پسماندگان کو صبر جمیل بجاہ نبی الکریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

آج صبح مدرسہ پہنچکر حضرت مرحوم کے ایصال ثواب کا انتظام کیا۔ الحمد للہ پانچ ختم قرآن پاک ہوا اپنی وسعت کے مطابق شیرینی لایا بعدہٗ قل وفاتحہ ہوا۔

آپ کا خادم راحت حسین خاں اشرفی مدرس
دار العلوم نعیمیہ چھپرہ

بقیہ دیوبند اور شخصیت پرستی صفحہ ۱۷ سے آگے

اقتباس قادیانی اپنے مسلک کی تائید میں بڑے
شد و مد کے ساتھ پیش کیا کرتے ہیں حیرت ہے کہ
اس واقعہ کے علم کے باوجود قاری صاحب نے
ایسی بات لکھدی اور اس قسم کا نکتہ پیدا فرمادیا۔

نوٹ۔ اب معاملہ ناظرین کی عدالت میں پیش ہے۔ میں نے اپنی طرف سے کوئی بات نہیں کہی، اس آئینہ میں مہتمم دار العلوم، مفتی دیوبند اور ان کے ہم مسلک حضرات کی تصویر دیکھیے اور فیصلہ کیجیے کہ دیوبند کے فتادے قرآن وسنت کی روشنی میں ہوتے ہیں یا اس کے سوا کوئی اور جذبہ کار فرما ہے۔

کس قدر افسوس کا مقام ہے کہ اگر یہ محسوس ہوجائے کہ اس فتوے سے قاری طیب صاحب کے دامن پر آنچ آجائے گی تو مفتی دیوبند اپنے فتوے سے رجوع کرنے پر آمادہ ہوجائیں اور اخبارات اس کی اشاعت پر معذرت کیش ہوں۔

لیکن آج کھلے بندوں سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق حفظ الایمان، تقویۃ الایمان، براہین قاطعہ وغیرہ میں کفر آمیز اور توہین سے بھرپور عبارات موجود ہیں مگر ان لوگوں کے کان پر جوں تک نہیں رینگتی اور اگر علمائے دیوبند سے مطالبہ کیا جائے تو جھگڑالو اور فسادی بھی کہتے ہیں۔ اس کی تفصیل اگلے شمارہ میں ملاحظہ فرمائیے۔

بقیہ عامر صاحب کے لئے تازیانۂ عبرت صفحہ ۲۲ سے آگے

گھسان کی لڑائیوں میں ایسا ہو جاتا ہے۔ سوجھ تو اچھی ہے مگر ہے ذرا دور کی! اگر ایسا ہی ہوتا تو سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسی پیشینگوئی نہیں فرمائی ہوتی کہ تقتلك الفئة الباغية۔ اسلئے کہ اس تقدیر پر حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی جماعت فئۃ باغیۃ ہوجاتی ہے۔ حالانکہ خود عثمانی کو اقرار ہے کہ حضرت علی امام برحق تھے اور حضرت معاویہ بھی اس سے انکار نہیں کرتے تھے۔ اچھا تو امام برحق کی جماعت فئۃ باغیۃ ہوجائے؟ لاحول ولا قوۃ الا باللہ۔ یہ ہے عثمانی کا دین، اس کے عقائد اور اس کا علم، امام برحق کی جماعت کو فئۃ باغیۃ کہہ دیں اور بھنوں پر میل نہ ہو۔

خیر اب یہ بات واضح ہو چکی — کہ حق حضرت علی رضی اللہ عنہ ہی کے ساتھ تھا اور اس کے قائل ایسے ایسے جلیل القدر ائمہ ہیں جنکی جلالت علم کے سامنے مؤدب عالم کا سر خم ہے۔ وما توفیقی الا باللہ العلی العظیم۔

(نوٹ) جس وقت ان کا یہ جائزہ شائع ہوا وہ زمانہ رمضان المبارک کا تھا اس لئے رمضان المبارک کی مصروفیتیں حائل رہیں اور اس کے بعد مجاہد جلیل مولانا الحاج نعیم اللہ خاں صاحب مہتمم جامعہ حبیبیہ وسکریٹری مسجد اعظم دریاآباد کی علالت اور اس کی پریشانی اور ۱۳ مارچ ۱۹۶۳ء کو ان کا انتقال ہونا یہ سب چیزیں حائل رہیں جس کی وجہ سے کچھ نہ لکھ سکا اسی لئے اتنی تاخیر ہوئی ورنہ اسی وقت یہ جواب جاتا فقط

سید محمد مقبول حسین الحسینی غفرلہٗ